16
ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۷ اپریل ۱۹۵۹ء
ہدیہ چار آنے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

امام اور مؤذن کے درجات

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَ الْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ اَللّٰهُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالشَّافِعِیُّ وَفِیْ اُخْرٰی لَهٗ بِلَفْظِ الْمَصَابِیْحِ۔

ابوہریرہؓ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام ضامن ہے اور مؤذن امانتدار ہے۔ اے اللہ ہدایت دے تو اماموں کو اور بخش دے اذان دینے والوں کو (احمد۔ ابوداؤد، ترمذی)

اذان کی فضیلت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَذَّنَ سَبْعَ سِنِیْنَ مُحْتَسِبًا كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

ابن عباسؓ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص صرف ثواب کی غرض سے سات برس اذان کہے اس کے لئے دوزخ سے نجات لکھی جاتی ہے۔

اذان اور نماز کی فضیلت

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْجَبُ رَبُّكَ مِنْ رَاعِیْ غَنَمٍ فِیْ رَاْسِ شَظِیَّةٍ لِلْجَبَلِ یُؤَذِّنُ بِالصَّلٰوةِ وَیُصَلِّیْ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِیْ هٰذَا یُؤَذِّنُ وَیُقِیْمُ الصَّلٰوةَ یَخَافُ مِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ وَاَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ۔

عقبہ بن عامرؓ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ راضی ہوتا ہے تیرا رب بکریاں چرانے والے سے جو بکریاں چراتا ہو پہاڑ کی ٹیکری پر کر اذان دیتا ہے وہ نماز کے لئے اور نماز پڑھتا ہے۔ پس فرماتا ہے اللہ تعالےٰ ملائکہ اور ارواح مقربین سے کہ دیکھو میرے اس بندے کی طرف اذان دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور مجھ سے ڈرتا ہے۔ پس بخش دیا۔ میں نے اپنے بندے کو اور داخل کروں گا میں اس کو جنت میں۔ (ابوداؤد و نسائی)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَبْدٌ اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَحَقَّ مَوْلَاهُ وَرَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ وَرَجُلٌ یُنَادِیْ بِالصَّلٰوةِ الْخَمْسِ كُلَّ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

ابن عمرؓ نے کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن تین شخص مشک کے ٹیلے پر ہونگے ایک تو وہ غلام جس نے خدا کا حق ادا کیا۔ اور پھر اپنے آقا کا حق بھی ادا کیا دوسرے وہ شخص جس نے قوم کی امامت کی اور وہ قوم اس سے راضی رہی۔ تیسرے وہ شخص جو اذان دیتا ہے پانچوں نمازوں کی دن اور رات میں (ترمذی)، یہ حدیث غریب ہے

اذان کی اجرت لینے کی ممانعت

عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلْنِیْ اِمَامَ قَوْمِیْ قَالَ اَنْتَ اِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ بِاَضْعَفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا یَاْخُذُ عَلٰى اَذَانِهٖ اَجْرًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ۔

عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ مجھ کو میری قوم کا امام مقرر کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھ کو تیری قوم کا امام مقرر کیا تو اقتدا کر ان میں سے نہایت کمزور و ضعیف کی (یعنی نماز میں کمزور و ضعیف کا زیادہ خیال رکھ) اور مقرر کر تو ایسا مؤذن کہ وہ اذان دینے کی اجرت نہ لے۔

تکبیر سُن کر کیا کہنا چاہیئے

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَوْ بَعْضِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا اَخَذَ فِی الْاِقَامَةِ فَلَمَّا اَنْ قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقَامَهَا اللّٰهُ وَ اَدَامَهَا وَقَالَ فِیْ سَائِرِ الْاِقَامَةِ كَنَحْوِ حَدِیْثِ عُمَرَ فِی الْاَذَانِ (رواہ ابوداؤد)

ابی امامہؓ یا بعض صحابہؓ سے روایت ہے کہ بلالؓ نے تکبیر کہنی شروع کی۔ جب انہوں نے کہا قد قامت الصلوٰۃ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامھا اللہ وادامھا۔ یعنی قائم رکھے اللہ نماز کو اور ہمیشہ رکھے اور باقی تکبیر میں وہی فرمایا۔ جس کا ذکر عمرؓ کی اذان کی حدیث میں ہو چکا ہے۔

اذان و تکبیر کے درمیان کی دعا

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُرَدُّ الدُّعَاءُ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

انسؓ نے کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اذان اور تکبیر کے درمیان کی دعاء رد نہیں کی جاتی۔

اذان کے جواب کا ثواب

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤَذِّنِیْنَ یَفْضُلُوْنَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْ كَمَا یَقُوْلُوْنَ فَاِذَا انْتَهَیْتَ فَسَلْ تُعْطَ (رواہ ابوداؤد)

عبداللہؓ بن عمروؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہؐ اذان دینے والے ہم پر فضیلت و بزرگی رکھتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جس طرح مؤذن کہتے ہیں تو بھی اسی طرح کہہ اور جب تو فارغ ہو جائے جواب اذان سے تو خدا سے مانگ تجھ کو دیا جائیگا

شیطان اذان سُن کر بھاگتا ہے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الشَّیْطَانَ اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ ذَهَبَ حَتّٰى یَكُوْنَ مَكَانَ الرَّوْحَاءِ قَالَ الرَّاوِیْ وَالرَّوْحَاءُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ عَلٰى سِتَّةٍ وَّثَلَاثِیْنَ مِیْلًا (رواہ مسلم)

جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شیطان جب نماز کی اذان سنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پہنچ جاتا ہے مقام روحاء تک۔ راوی کا بیان ہے کہ روحاء مدینہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر ہے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۲ | ۷ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۵۹ء | نمبر [illegible]

تپ دق کے خلاف مہم

جسمانی امراض میں تپ دق سب سے زیادہ موذی مرض ہے۔ اس مرض میں مبتلا ہونے کے بعد شاید ہی کوئی انسان شفایاب ہوا ہو۔ کچھ عرصہ سے پاکستان میں یہ مہلک مرض وبائی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ماہرین کا بیان ہے کہ ہر سال ایک لاکھ کے قریب انسان اس موذی مرض کا شکار ہوتے ہیں۔ اس مرض کی روک تھام کے لئے پاکستان نیشنل تپ دق ایسوسی ایشن کچھ عرصہ سے کام کر رہی ہے۔ حکومت اس ایسوسی ایشن کی سرپرستی کر رہی ہے۔ اس ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام اس سال ۱۳ اپریل سے ۱۰ اپریل تک تپدق کا ہفتہ منایا گیا۔ اس ہفتہ میں ایسوسی ایشن دو لاکھ کی رقم جمع کرنا چاہتی تھی۔ اس کے لئے ایک آنہ کے عیدی ٹکٹ جاری کئے گئے جو راشن ڈپوؤں ریلوے اور بسوں کے ٹکٹوں کے ذریعہ فروخت کئے گئے۔ گورنر مغربی پاکستان نے اس ہفتہ کا افتتاح کرتے ہوئے مخیّر حضرات سے اپیل کی کہ وہ اس میں دل کھول کر چندہ دیں ہمیں معلوم نہیں کہ اس ہفتہ میں کتنی رقم فراہم ہوئی۔ امید ہے کہ ایسوسی ایشن کی توقع سے زیادہ رقم جمع ہو گئی ہوگی۔

ہمیں خوشی ہے کہ حکومت اور ایسوسی ایشن تپ دق کی روک تھام کے لئے تگ و دو کر رہی ہے۔ اس موقعہ پر حکومت کو اس بات کا پتہ لگانا چاہیئے کہ اس موذی مرض کے اسباب کیا ہیں۔ جہاں تک ہمیں علم ہے کہ دوسری عالمگیر جنگ سے پہلے برصغیر ہند و پاکستان میں تپ دق کے مریضوں کی تعداد بالکل محدود تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خورد و نوش کی چیزیں خالص اور سستی دستیاب ہوتی تھیں۔ تقسیم ملک کے بعد خورد و نوش کی اشیاء میں ملاوٹ اور اس پر ہوشربا گرانی اس مرض کے پھیلنے کا سبب ہیں۔ ان دونوں وجوہات کی روک تھام حکومت سے تعلق رکھتی ہے۔ حکومت ان کا سدِّ باب کرنے سے قاصر رہی ہے۔ ہماری رائے میں اس موذی مرض کے استیصال کے لئے ضروری ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں خالص اور سستے داموں مہیا کی جائیں۔ اس کے بغیر ایسوسی ایشن اور حکومت کی ساری مشینری اس مہلک

تپ دق سے مہلک وبا
ناچ گانے شراب و سینما

مرض کا انسداد کرنے میں ناکام رہیگی۔

ہمیں افسوس ہے کہ حکومت جسمانی امراض کے دفعیہ کے لئے تو ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے لیکن روحانی امراض جو تپ دق سے بھی زیادہ مہلک ہیں۔ ان کی روک تھام کا اُسے احساس بھی نہیں ہے۔ جسمانی امراض سے تو مرنے کے بعد فوراً نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن روحانی امراض قبر میں بھی تڑپائیں گی اور قیامت کے دن جہنم میں داخلہ کا سبب بنیں گی چاہیئے تو یہ تھا کہ پاکستان کی حکومت تپ دق سے زیادہ مہلک روحانی امراض کی طرف توجہ دیتی۔ یہ امراض ہمارے معاشرہ کو گھن کی طرح کھائے جا رہے ہیں۔ حال ہی میں ایک مقامی معاصر نے ان امراض میں مبتلا ہونے والے چند شریف گھرانوں کے نوجوانوں کی زندگی کے حالات شائع کئے ہیں۔ ان میں سے ایک نوجوان نے سائنس میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی ہوئی ہے۔ نوجوانوں کی اس طرح اخلاقی بربادی تپ دق سے زیادہ توجہ کی محتاج ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ تمام مخرب الاخلاق اداروں اور اُن کے متعلقات پر کڑی نگرانی کرے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ ایک اسلامی حکومت رعایا کے جان و مال کے علاوہ ان کے ایمان اور اخلاق کی حفاظت کی بھی ذمہ دار ہے۔ ہماری رائے میں پاکستان کی حکومت نے اب تک صرف رعایا کی جان و مال کی حفاظت کی طرف توجہ دی ہے۔ اب اُسے رعایا کے ایمان و اخلاق کی بھی خبر لینی چاہیئے۔

وما علینا الا البلاغ

اسلام۔ اشتراکیت۔ سرمایہ داری

موجودہ دَور میں دنیا دو نظاموں میں بٹی ہوئی ہے۔ (۱) اشتراکیت۔ (۲) سرمایہ داری۔ دونوں نظام ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں۔ دونوں کے پاس مہلک ترین آلات جنگ موجود ہیں۔ اشتراکیت کی بقا سرمایہ داری کی فنا میں ہے اور سرمایہ داری اشتراکیت کو موت کے گھاٹ اُتار کر زندہ رہ سکتی ہے۔ انسانیت کے لئے یہ دونوں نظام موزوں نہیں۔ اشتراکیت خدا پرستی کا تصور بھی برداشت نہیں کرتی اور خدا پرستی کے بغیر انسان صحیح معنوں میں انسان نہیں بن سکتا۔ سرمایہ داری میں عوام کی بہبودی پیشِ نظر نہیں ہوتی۔ سرمایہ دار عوام (مزدور) کو اپنی ہوس زر کا ذریعہ بناتا ہے۔

ان دونوں کے خلاف اسلام کا اپنا نظام حیات ہے۔ یہ نظام حیات اللہ تعالیٰ کا تجویز کردہ ہے۔ اس لئے اس میں انسانیت کے ہر طبقہ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اگر امیر کی دولت غریب کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کرائی جاتی ہے تو غریب کو امیر کا جاں نثار بنایا جاتا ہے۔ اس نظام میں انسان کی انفرادی۔ اجتماعی۔ معاشرتی۔ اقتصادی

باقی صفحہ ۱۵ پر

حضرت بلال حبشی رضؓ

ازترجمان حقیقت ڈاکٹر محمد اقبال صاحب مرحوم

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے　　اہلِ قلم میں جس کا بہت احترام تھا
جولانگہِ سکندرِ رومی تھا ایشیا !　　گردوں سے بھی بلند تر اس کا مقام تھا
تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے　　دعوےٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا
دنیا کے اس شہنشہِ انجم سپاہ کو　　حیرت سے دیکھتا فلکِ نیل فام تھا

آج ایشیا میں اس کو کوئی جانتا نہیں
تاریخ دان بھی اسے پہچانتا نہیں

لیکن بلال وہ حبشی زادۂ حقیر !　　فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر
جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلالؓ　　محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر
ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط　　کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر
ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز　　صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوشِ چرخِ پیر

اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے !

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۱۵ شوال ۱۳۷۸ھ ۲۴ر اپریل ۱۹۵۹ء

(۱) سچے اور کھرے مسلمانوں کی روحانی ڈاک روزانہ چار طرف جاتی ہے

(۲) اور ایک حدیث قدسی

چار طرف کی تفصیل

(۱) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں

(۳) ماں باپ کی قبر میں (۴) وفات یافتہ مسلمانوں کے پاس ان کی قبروں میں

تفصیل نمبر ۱

اللہ تعالیٰ کے حضور میں اور اس کے متعدد ثبوت ہیں

پہلا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَھْلَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَنَادَوْا ھَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِکُمْ قَالَ فَیَحُفُّوْنَھُمْ بِاَجْنِحَتِھِمْ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا قَالَ فَیَسْأَلُھُمْ رَبُّھُمْ مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ قَالَ یَقُوْلُوْنَ یُسَبِّحُوْنَکَ وَیُکَبِّرُوْنَکَ وَیَحْمَدُوْنَکَ وَیُمَجِّدُوْنَکَ قَالَ فَیَقُوْلُ ھَلْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰہِ مَا رَاَوْکَ قَالَ فَیَقُوْلُ کَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْکَ کَانُوْا اَشَدَّ لَکَ عِبَادَۃً وَاَشَدَّ لَکَ تَمْجِیْدًا وَاَکْثَرَ لَکَ تَسْبِیْحًا قَالَ فَیَقُوْلُ فَمَا یَسْأَلُوْنَ قَالُوْا یَسْأَلُوْنَکَ الْجَنَّۃَ قَالَ یَقُوْلُ وَھَلْ رَاَوْھَا فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰہِ یَا رَبِّ مَا رَاَوْھَا قَالَ یَقُوْلُ فَکَیْفَ لَوْ رَاَوْھَا قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّھُمْ رَاَوْھَا کَانُوْا اَشَدَّ عَلَیْھَا حِرْصًا وَاَشَدَّ لَھَا طَلَبًا وَاَعْظَمَ فِیْھَا رَغْبَۃً قَالَ فَمِمَّ یَتَعَوَّذُوْنَ قَالَ یَقُوْلُوْنَ مِنَ النَّارِ قَالَ یَقُوْلُ فَھَلْ رَاَوْھَا قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰہِ یَا رَبِّ مَا رَاَوْھَا قَالَ یَقُوْلُ فَکَیْفَ لَوْ رَاَوْھَا قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْھَا کَانُوْا اَشَدَّ مِنْھَا فِرَارًا وَاَشَدَّ لَھَا مَخَافَۃً قَالَ فَیَقُوْلُ فَاُشْھِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھُمْ قَالَ یَقُوْلُ مَلَکٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ فِیْھِمْ فُلَانٌ لَیْسَ مِنْھُمْ اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَۃٍ قَالَ ھُمُ الْجُلَسَآءُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ رواہ البخاری۔ وَفِیْ رِوَایَۃِ مُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً سَیَّارَۃً فُضُلًا یَبْتَغُوْنَ مَجَالِسَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِیْہِ ذِکْرٌ قَعَدُوْا مَعَھُمْ وَحَفَّ بَعْضُھُمْ بَعْضًا بِاَجْنِحَتِھِمْ حَتّٰی یَمْلَاُوْا مَا بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ السَّمَآءِ الدُّنْیَا فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا اِلَی السَّمَآءِ قَالَ فَیَسْأَلُھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ اَعْلَمُ مِنْ اَیْنَ جِئْتُمْ فَیَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادِکَ فِی الْاَرْضِ یُسَبِّحُوْنَکَ وَیُکَبِّرُوْنَکَ وَیُھَلِّلُوْنَکَ وَیَحْمَدُوْنَکَ وَیَسْأَلُوْنَکَ قَالَ وَمَاذَا یَسْأَلُوْنِیْ قَالُوْا یَسْأَلُوْنَکَ جَنَّتَکَ قَالَ وَھَلْ رَاَوْا جَنَّتِیْ قَالُوْا لَا اَیْ رَبِّ قَالَ وَکَیْفَ لَوْ رَاَوْا جَنَّتِیْ قَالُوْا وَیَسْتَجِیْرُوْنَکَ قَالَ وَمِمَّا یَسْتَجِیْرُوْنِیْ قَالُوْا مِنْ نَارِکَ قَالَ وَھَلْ رَاَوْا نَارِیْ قَالُوْا لَا قَالَ فَکَیْفَ لَوْ رَاَوْا نَارِیْ قَالُوْا وَیَسْتَغْفِرُوْنَکَ قَالَ فَیَقُوْلُ قَدْ غَفَرْتُ لَھُمْ فَاَعْطَیْتُھُمْ مَا سَاَلُوْا وَاَجَرْتُھُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا قَالَ یَقُوْلُوْنَ رَبِّ فِیْھِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ وَاِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَھُمْ قَالَ فَیَقُوْلُ وَلَہٗ غَفَرْتُ ھُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ

ترجمہ - ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں میں ان لوگوں کی تلاش کرتی رہتی ہے جو ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ پس جب وہ کسی جگہ ذکر الٰہی کرنے والے لوگوں کو پا لیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہتے ہیں۔ آؤ اپنے مقصد کی طرف آؤ (یعنی ذکر الٰہی کو سننے اور اللہ کا ذکر کرنے والوں سے ملنے کے لیے) اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ پھر وہ فرشتے آ جاتے ہیں اور اپنے پروں سے ذکر الٰہی کرنے والوں کو ڈھانک لیتے ہیں اور آسمان دنیا تک پھیل جاتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ (جب فرشتے واپس جاتے ہیں۔ تو) ان کا پروردگار انسے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہوتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے۔ فرشتے کہتے ہیں۔ تیری پاکی بیان کر رہے تھے۔ تیری عظمت اور بزرگی کا ذکر کر رہے تھے۔ تیری تعریف کر رہے تھے۔ اور عظمت کے ساتھ تجھ کو یاد کر رہے تھے۔ پھر (اللہ تعالیٰ) فرشتوں سے پوچھتا ہے۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں۔ قسم ہے خدا کی انہوں نے تجھے نہیں دیکھا (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔ اگر وہ مجھ کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا فرشتے کہتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو تیری بہت زیادہ عبادت کرتے۔ اور بہت زیادہ تیری بزرگی بیان کرتے اور بہت زیادہ تیری پاکی کا ذکر کرتے پھر (اللہ تعالیٰ) پوچھتا ہے۔ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے کہ انہوں نے جنت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں۔ نہیں خدا کی قسم انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا (اللہ تعالیٰ) کہتا ہے۔ اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے۔ تو ان کا کیا حال ہوتا۔ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو جنت کی خواہش ان میں اور بڑھ جاتی۔ جنت کی طلب ان میں زیادہ ہو جاتی اور جنت کی طرف ان کی رغبت بہت بڑھ جاتی۔ پھر (اللہ تعالیٰ) پوچھتا ہے۔ اور وہ کس چیز

سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں۔ دوزخ کی آگ سے (اللہ تعالیٰ) پوچھتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔ خدا کی قسم اسے پروردگار ان کو انہوں نے نہیں دیکھا۔ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا۔ فرشتے کہتے ہیں۔ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو وہ اس سے بہت زیادہ بھاگتے۔ اور بہت زیادہ خوفزدہ ہوتے (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا (یہ سن کر) فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے۔ ان لوگوں میں تو ایک ایسا شخص بھی تھا۔ جو (ان میں) شامل نہ تھا۔ راہ چلتا کھڑا ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔ وہ (یعنی ذکر الٰہی کرنے والے لوگ) ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ محروم نہیں رکھا جاتا۔ جو ان کے پاس بیٹھنے والا ہو۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْکُمْ مَلَائِکَۃٌ بِاللَّیْلِ وَمَلَائِکَۃٌ بِالنَّھَارِ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَصَلٰوۃِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ فَیَسْئَلُھُمْ رَبُّھُمْ وَھُوَ اَعْلَمُ بِھِمْ کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَکْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے پاس رات اور دن والے فرشتے یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور فجر کی نماز اور عصر کی نماز کے وقت اکٹھے ہوتے ہیں۔ پھر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ وہ جنہوں نے تمہارے پاس رات گزاری تھی۔ پھر اُن سے اُن کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ خود اُن کے حالات سے خوب واقف ہے۔ میرے بندوں کو کس حال میں تم چھوڑ کر آئے ہو۔ پھر کہتے ہیں۔ ہم نے ان کو ایسے حال میں چھوڑا ہے۔ جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب اُن کے پاس گئے تھے۔ اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا قَالَ تَشْھَدُہٗ مَلَائِکَۃُ اللَّیْلِ وَمَلَائِکَۃُ النَّھَارِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں (ان قرآن الفجر کان مشھودا) ترجمہ۔ فجر کے قرآن پڑھنے کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ رات والے فرشتے اور دن والے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (یعنی اس وقت آکر اکٹھے ہو جاتے ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جانے والی ڈاک کے متعدد ثبوت

پہلا

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِی السَّلَامَ (رواہ النسائی والدارمی)

ترجمہ۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (اللہ تعالیٰ) کے ایسے فرشتے (بھی) ہیں۔ جو زمین پر چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ اور ان کا کام یہ ہے) میری اُمت کی طرف سے جو (مجھ پر) سلام کہتا ہے۔ وہ مجھے پہنچا دیتے ہیں۔

دوسرا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قُبُوْرًا وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ (رواہ النسائی)

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

بعض فقروں کی شرح

گھروں کو قبریں نہ بناؤ

اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح قبریں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی ہوتی ہیں۔ اس طرح گھروں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی نہ رکھو۔ بلکہ وہاں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔ مثلاً نفلی عبادت ہی سہی۔

میری قبر کو عید نہ بناؤ

محدثین حضرات نے اسی فقرہ کی کئی توجیہیں کی ہیں۔ ایک یہ ہے۔ کہ جس طرح عید کے دن اکٹھے ہو کر عید مناتے ہو اور پھر اس موقعہ پر کھیل تماشا وغیرہ تفریح طبع کے لئے کی جاتی ہیں۔ اس طرح میری قبر پر اس قسم کا سماں نہ بنانا۔ جس طرح آجکل اولیائے کرام کے مزارات پر سال کے بعض مخصوص دنوں میں اکٹھے ہوتے ہیں اور پھر وہ اجتماع ایک میلے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس میلے میں ہر قسم کے کھیل اور تماشے اور بعض مقامات پر پہلوانوں کی کشتیاں بھی ہوتی ہیں۔ میلہ میں کہیں مداری تماشا دکھا رہے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس طرح طرح کی لغویات میلہ پر ہوتی ہیں۔ حالانکہ اولیائے کرام کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے کے لئے جانا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اسی بنا پر آپ نے منع فرمایا ہے کہ میری قبر کو میلہ نہ بنا لینا۔

ایک دوسری توجیہہ

بعض محدثین حضرات نے آپ کے ارشاد کی یہ توجیہ کی ہے۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ میری قبر پر زیارت کے لئے میلے کی طرح نہ آؤ جو سال میں ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے۔ بلکہ کثرت سے آیا کرو۔ ملا قاری ؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یہ توجیہ کی ہے

تیسرا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ (رواہ ابوداؤد والبیہقی فی الدعوات الکبیر)

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے (اللہ تعالیٰ) مجھ پر میرے روح کو لوٹا دیتا ہے یہانتک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس حدیث کے متعلق ایک بہت بڑے بلند پایہ محدث

حافظ ابن حجرؒ کی تشریح یہ ہے کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے توفیق عطا فرماتا ہے تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب رحمہ محدث دہلوی کی توجیہہ

اس حدیث شریف کے متعلق ملاحظہ ہو

لَيْسَ الْمُرَادُ بِعَوْدِ الرُّوحِ عَوْدُهَا بَعْدَ الْمُفَارَقَةِ عَنِ الْبَدَنِ وَاِنَّمَا الْمُرَادُ اَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَرْزَخِ مَشْغُوْلٌ بِاَحْوَالِ الْمَلَكُوْتِ مُسْتَغْرِقٌ فِي مُشَاهَدَةِ رَبِّ الْعِزَّةِ عَزَّ وَجَلَّ كَمَا كَانَ فِي الدُّنْيَا فِي حَالَةِ الْوَحْيِ وَفِي الْاَحْوَالِ الْاُخَرِ فَعُبِّرَ عَنْ اِفَاقَةٍ مِنْ تِلْكَ الْمُشَاهَدَةِ وَذَالِكَ الْاِسْتِغْرَاقِ بِرَدِّ الرُّوحِ

ترجمہ۔ اور رُوح کے لوٹ آنے سے یہ مُراد نہیں ہے کہ بدن سے جُدا ہو گئی تھی پھر لوٹ کر آ داخل ہوئی اور سوائے اس کے نہیں۔ مُراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم (عالم) برزخ میں ملکوت کے حالات میں مصروف ہیں۔ رب العزت عزوجل کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں۔ جیسا کہ دنیا میں وحی کی حالت اور (ایسے ہی) دوسرے حالات میں استغراق ہوتا تھا۔ (یعنی ان حالات واردہ میں آپ کی توجہ فقط اسی طرف متوجہ ہوتی تھی۔ اور دوسرے حالات سے ذھول ہوتا تھا) پھر اس مشاہدے اور اس استغراق سے ذرا ہٹ کر ادھر متوجہ ہونے کو روح کے لوٹ کر آنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

چوتھا

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا اُبْلِغْتُهُ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس درُود پڑھتا ہے میں اُسے سُن لیتا ہوں) اور جو شخص مجھ پر دُور سے درُود بھیجتا ہے۔ مجھے وہ پہنچا دیا جاتا ہے۔ (یعنی فرشتے لا کر پہنچا دیتے ہیں)

اولاد کی ڈاک ماں باپ کی طرف

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَنّٰى لِيْ هٰذِهٖ فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ (رواہ احمد)

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ بیشک اللہ عزوجل البتہ نیک بندے کا درجہ بہشت میں بُلند کر دیتا ہے۔ پھر وہ (بندہ) کہتا ہے۔ اے میرے رب یہ درجہ مجھے کیسے دیا گیا ہے۔ پھر اللہ فرماتا ہے۔ تیرے بیٹے کے تیرے لیے بخشش کی دُعا کرنے کے باعث (تیرا درجہ بلند کیا گیا ہے۔

چنانچہ غالباً ہر نمازی

اپنی ہر نماز (خواہ فرض ہو یا سنت ہو یا نفل ہو) میں یہ دُعا عموماً پڑھتا ہے۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝

ترجمہ۔ اے میرے رب مجھے ہمیشہ نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اسے ہمارے رب میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی بخش دے اور سب مومنوں کو بخش دے۔ جس دن (یعنی قیامت کے دن دنیا میں کیئے ہوئے عملوں کا حساب ہوگا۔

نتیجہ

اس حدیث شریف سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ انسان کی دُعا کا اثر ماں باپ کو بھی پہنچ جاتا ہے۔ خواہ وہ اس جہان دُنیا سے رخصت ہی ہو چکے ہیں۔

ہر مسلمان کی رُوحانی ڈاک فوت شدہ مسلمان کے پاس بھی پہنچ جاتی ہے

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ اِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِيْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَيُدْخِلُ عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ اَهْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَاِنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَاءِ اِلَى الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ رواہ البیہقی فی شعب الایمان

ترجمہ۔ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قبر میں میت ایسا ہے۔ جس طرح ڈوبنے والا فریاد رسی کر رہا ہو (کہ کوئی اس کی مدد کو پہنچے اور اسے ڈوبنے سے بچائے)۔ پس میت انتظار کرتا ہے اس دعا کا جو اسے (پیچھے سے) باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے۔ پھر جب اسے پیچھے سے (کسی کی) دُعا پہنچ جاتی ہے) تو اسے (وہ دعا) ساری دنیا اور دنیا میں جو کچھ بھی ہے سب چیزوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے (کیونکہ وہ دعا اُن کی بخشش کا باعث بنتی ہے) اور بتحقیق اللہ تعا قبروں والوں پر زمین پر رہنے والوں کی دُعائیں پہاڑوں کی مثل پہنچاتا ہے اور تحقیق زندوں کا ہدیہ مردوں کے لئے استغفار (ان کیلئے دعا مغفرت کرنا) ہوسکتا ہے

ایک حدیث قدسی

جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے ساتھ تعلّق رکھنے کا طریقہ سکھایا ہے

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَّهُ قَالَ يَا عِبَادِيْ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُوْنِيْ اَهْدِكُمْ يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ اُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُوْنِيْ اَكْسُكُمْ يَا عِبَادِيْ اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ اَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِيْ اِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّيْ فَتَضُرُّوْنِيْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِيْ فَتَنْفَعُوْنِيْ يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا زَادَ ذَالِكَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَالِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَاَلُوْنِيْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَالِكَ مِمَّا عِنْدِيْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِيْ اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا

عَلَيْكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ ابوذرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان حدیثوں کے سلسلہ میں جو آپ اللہ بزرگ و برتر سے روایت کرتے تھے کہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے اے میرے بندو۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام قرار دیا ہے۔ اور تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کیا ہے۔ پس تم آپس میں ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو تم سب کے سب گمراہ ہو مگر وہ شخص راہ راست پر ہے۔ جس کو میں نے ہدایت دی۔ پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو۔ میں تم کو ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو تم سب کے سب بھوکے ہو۔ مگر وہ شخص جس کو میں کھلاؤں۔ پس تم مجھ سے کھانا مانگو۔ میں تم کو کھانا دوں گا۔ اے میرے بندو تم سب کے سب ننگے ہو۔ مگر وہ شخص جس کو میں نے پہننے کے لئے دیا۔ پس مجھ سے لباس مانگو میں تم کو پہناؤں گا۔ اے میرے بندو تم اکثر خطائیں کرتے ہو۔ رات اور دن میں اور میں تمہارے سارے گناہ بخشتا ہوں پس تم مجھ سے بخشش مانگو۔ میں تم کو بخشش دونگا۔ اے میرے بندو تم اگر گناہ کرکے مجھے ضرر پہنچانا چاہوگے۔ تو ہرگز ضرر نہ پہنچا سکوگے۔ اور نیک کام کرکے فائدہ پہنچانا چاہوگے تو ہرگز نفع نہ پہنچا سکوگے (یعنی تمہارے گناہ کرنے اور اطاعتگذار بننے سے مجھ کو کوئی فائدہ نہیں) اور نہ ضرر پہنچے گا اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے اور انسان تمہارے اور جن تمہارے ایک نہایت پرہیزگار شخص کی مانند ہو جائیں۔ (جیسے حضرت عیسٰیؑ) تو میری ملکیت میں اس سے کچھ بھی زیادہ نہ ہوگی۔ اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور تمہارے انسان اور تمہارے جن ایک نہایت بدتر اور فاجر شخص کی مانند ہو جائیں (جیسے شیطان) تو میری ملکیت میں اس سے کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔ اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے اور تمہارے انسان اور تمہارے جن سب کے سب ایک جگہ کھڑے ہوں۔ پھر مجھ سے مانگیں اور میں ہر انسان کو اس کے مانگنے کے موافق دوں تو میرا یہ دینا اس چیز میں سے جو میرے پاس ہے۔ اتنا بھی کم نہ کریگی جتنا کہ ایک سوئی دریا میں گر کر اس کے پانی کو کم کرتی ہے۔ اے میرے بندو میں تمہارے اعمال کو محفوظ رکھتا ہوں۔ اور لکھتا ہوں اور میں تمہیں ان کا پورا بدلہ دوں گا۔ پس جو شخص بھلائی پائے اس کو خدا کی تعریف کرنی چاہیئے اور جو شخص بھلائی کے سوا دوسری چیز پائے (یعنی برائی) پس اپنے نفس کو ملامت کرے کہ یہ اسی کا فعل ہے۔

حاصل

اس حدیث میں مندرجہ ذیل ہدایات ہیں۔

ظلم کرنا حرام ہے

پہلی۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ ایمانداری کے لحاظ سے جو اس کا یقینی حق ہے۔ اس کو حاصل کرلے۔ اور کسی دوسرے مسلمان کی حد سے یا زبردستی سے یا کسی بھی ناجائز طریقہ سے حق تلفی نہ کرے۔ دوسری ہدایت فقط اللہ تعالے کے دروازے ہی سے مل سکتی ہے۔ اور اس کی طرف سے جو ہدایت کا مجموعہ آسمان سے نازل شدہ ہے۔ وہ قرآن مجید ہے اور اس کی تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات طیبہ ہیں۔ لہٰذا ہدایتہ اسی چیز میں کہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہرگز نہ کی جائے اگر رزق کی ضرورت ہو تو اللہ تعالے کی بارگاہ میں عرض کی جائے۔ تیسری اگر کپڑے کی ضرورت ہے۔ تو پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ دعا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی سبب بنا ہی دے گا۔ چوتھی۔ اگر گناہ ہو جائے تو فقط بارگاہ الٰہی میں عاجزی سے بخشش کی دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ گناہ بخش دے گا۔ پانچویں اگر تمام جن اور انس پہلے اور پچھلے مل کر ایک بدترین انسان کے دل جیسے ہوں تو بھی میری بادشاہی میں کوئی فرق نقص نہیں پیدا ہوگا۔ چھٹی۔ اے میرے بندو اگر تمہارے پہلے اور پچھلے مل کر ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں۔ پھر مجھ سے سوال کریں۔ پھر میں ہر انسان کو اس کا سوال پورا کردوں۔ یہ چیز بھی اس چیز میں ہرگز کم نہ کرے گی۔ جو میرے پاس ہے۔ مگر اتنا ہی جتنا سمندر میں سوئی ڈبوئی جائے تو وہ کم کرتی ہے (یعنی جس طرح وہ کم نہیں کرتی۔ اس طرح میرا سب کو دے دینا بھی میرے خزانہ میں سے کچھ کم نہیں کریگا) ساتویں اے میرے بندو میں نے ہی تمہارے اعمال محفوظ کرکے رکھے تھے۔ پھر وہی تمہیں دونگا۔ پس اگر اس میں نیکی پائے تو اللہ تعالے کا شکر کرے اور اس اعمال نامہ میں کوئی اور چیز پائے تو پھر فقط اپنے نفس کو ملامت کرے۔ (کیونکہ میں نے تو دنیا میں تمہاری راہ نمائی کر ہی دی تھی۔ اگر تم نے اس پر عمل نہیں کیا تو یہ تمہارا قصور ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

از جناب محمد شفیع عزالدین صاحب

انشاء اللہ ما شاء اللہ

انشاء اللہ

جو اللہ تعالیٰ چاہے وہی ہونا ہے۔ ہماری جدو جہد اور کوششیں تب ہی بار آور ہوتی ہیں۔ جب مشیتِ ایزدی ہمارے شاملِ حال ہو۔

سوچنے کا مقام ہے کہ قرآن مجید اگرچہ بین الاقوامی پروگرام ہے اور ہر طالب ہدایت کو دعوت دیتا ہے کہ ہر دو سرا کی کامیابی میرے احکام پر عمل پیرا ہونے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر اس عظیم الشان اور مکمل ترین پروگرام کو اپنانے کیلئے بھی ہم مشیت ایزدی کے محتاج ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ ہو۔

وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۝ (التکویر آیت ۲۹)

ترجمہ۔ اور تم جب ہی چاہوگے کہ جب اللہ چاہیگا جو تمام جہان کا رب ہے

لہذا ہم انشاء اللہ کہہ کر کام کرنے کی توفیق اور اس کو سرانجام کرنیکی مدد اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔ یعنی اپنی کوشش اور ارادوں کو اللہ تعالیٰ کے ارادوں کے سامنے منہدم کر دیتے ہیں اس فعل کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اگر کوشش کے باوجود کوئی کام پورا نہ ہو تو ہم یہ سمجھ کر کہ مشیّت ایزدی میں یوں نہ تھا۔ صبر کا دامن نہیں چھوڑتے کام پورا ہو جائے تو فضل ربی ہی تکمیل کا ذریعہ گردانتے ہیں۔

انشاء اللہ کی تعلیم

کفار نے اصحاب کہف کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ اس خیال کہ کل حضرت جبرائیلؑ سے دریافت فرما کر آپ بیان فرما دیں گے۔ کفار کو فرما دیا کہ کل بیان ہوگا۔ اس وقت زبان مبارک سے انشاء اللہ کے الفاظ ادا نہ ہوئے تھے۔ پندرہ روز تک نزول وحی نہ ہوا اس کے بعد جب اس واقعہ کا نزول ہوا۔ تو باری تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا۝ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (الکہف ۲۳)

ترجمہ۔ ہرگز نہ کہو کہ کل اسے کر ہی دوں گا۔ مگر یہ کہہ کر کہ اللہ چاہیگا تو ہو جائے گا۔

الحاصل ہم آج اگر کل کیلئے کوئی اسکیم بنا رہے ہیں یا کوئی وعدہ کر رہے ہیں تو انشاء اللہ ضرور کہہ لینا چاہیئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال

آپ نے بحکم خداوندی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی اور ان سے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہدایت حاصل کرنے کے لئے آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو کہا کہ وہ انہیں اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دیں۔ جب حضرت خضرؑ نے کہا کہ میرا اور آپ کا نباہ مشکل ہے تو آپ نے فرمایا۔ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا۝ (الکہف آیت ۶۹)

ترجمہ "کہا انشاء اللہ تو مجھے صابر ہی پائیگا۔ میں کسی بات میں تیری مخالفت نہیں کروں گا"

اس واقعہ میں بھی ہمیں انشاء اللہ کہنے کی ترغیب ملتی ہے

لہذا آداب شاگرد اور مرید بھی اس واقعہ سے ملتے ہیں۔ اگر استاد یا مرشد نیک ہو تو طالب کو نہ صبر کا دامن چھوڑنا چاہیئے اور نہ ہی مخالفت کرنی چاہیئے۔

نیز ابن کثیر میں ہے کہ سب سے بڑا عالم وہ ہے جو عالم ہو کر علم کی جستجو میں رہے۔ ہر ایک سے سیکھتا رہے ممکن ہے کہ کوئی ہدایت کا حکم مل جائے اور ممکن ہے کہ کوئی بات گمراہی سے نکلنے کی ہاتھ لگ جائے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا واقعہ

ایک نیکبخت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ فرعون کے دربار کے امراء آپ کے قتل کے منصوبے گانٹھ رہے ہیں۔ آپ میری نصیحت پر عمل کیجئے اور فوراً مصر کی سرزمین کو خیر باد کہہ دیجئے۔ لہذا آپ نے اس خیر خواہ اللہ کے بندے کی نصیحت پر عمل کیا۔ سیدھا مدین کا رخ کیا۔ دل میں خوف و خطر تھا۔ اس لیئے راستے میں دعا مانگتے جا رہے ہیں۔

رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ (القصص ع ۲)

ترجمہ۔ اے رب بچالے مجھ کو اس قوم بے انصاف سے۔

مدین میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپ نے حقیقت حال سن کر فوراً آپ کا غم دور کر دیا۔ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ (القصص رکوع ۳)

ترجمہ۔ مت ڈر۔ بچ آیا ہے اس قوم بے انصاف سے" یعنی اب ڈرنے کی بات نہیں کیونکہ تو فرعون کی مملکت سے باہر نکل آیا ہے

آپ کو حضرت شعیب علیہ السلام نے قوی اور امین جیسی دو خوبیوں کا حامل پا کر ایک بیٹی سے نکاح کی تجویز اس شرط پر پیش کی کہ آپ آٹھ برس تک انکی نوکری کریں اور اگر دس برس پورے کر دیں تو انکی طرف سے احسان ہوگا۔ اور ساتھ ہی حضرت شعیب علیہ السلام نے فرما دیا۔

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۝ (القصص آیت ۲۷)

ترجمہ۔ اگر اللہ نے چاہا تو مجھے نیک بختوں میں پائیگا۔

یعنی کوئی سخت خدمت تم سے نہ لوں گا۔ تم کو میرے پاس رہ کر انشاء اللہ تعالےٰ خود تجربہ ہو جائے گا کہ میں بری طبیعت کا آدمی نہیں۔ بلکہ خدا کے فضل سے نیکبخت ہوں۔ میری صحبت میں تم گھبراؤ گے نہیں۔ بلکہ مناسب طبع کی وجہ سے اُنس حاصل کروگے۔

(حضرت مولانا عثمانی رح)

اس واقعہ میں ایک قابل غور یہ بات تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پردیسی تھے۔ خویش و اقارب میں سے کوئی ساتھ نہ تھا۔ دنیوی مال و متاع کا ٹھاٹھ نہ تھا۔ مگر آپ کے نیک خصائل کے باعث حضرت شعیبؑ نے اپنی نیک اختر صاحبزادی کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا۔ اور حضرت موسےٰؑ نے بھی دس برس کی مدت آپ کی خدمت میں رہ کر پوری کی

حدیث۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے داماد (ابوالعاص) کا تذکرہ فرمایا اور اس کی دامادی کی خوب تعریف کی۔ فرمایا اس نے مجھ سے بات کی تو سچی کی۔ وعدہ کیا تو اس کو پورا کیا (بخاری کتاب النکاح۔ عن حضرت عقبہ)

حدیث۔ عورت سے چار باتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے۔ اس کی شرافت نسب کی وجہ سے۔ اس کی خوبصورتی کی وجہ سے۔ اس کی دینداری کی وجہ سے۔ لیکن تو دیندار عورت کی تلاش کیا کر۔ خدا تیرا بھلا کرے۔
(بخاری کتاب النکاح عن حضرت ابوہریرہؓ)

ماشاء اللہ

قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۔
(اعراف آیت ۱۸۸)

ترجمہ۔ کہہ دو میں اپنی ذات کے نفع اور نقصان کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ آپ تمام کام سپردِ خدا کریں۔

الحاصل نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو عالم الغیب ہے۔ انسان ایک کام نفع کے لئے کرتا ہے اس میں نقصان ہو جاتا ہے۔ دوسرا کام ظاہری خسارہ مند نظر آتا ہے مگر اس میں فائدہ ہوتا ہے۔ اس لئے سوائے اس امر کے کوئی چارہ نہیں کہ ہم اپنے سب امور اللہ کے سپرد کر دیں۔ اور ہر معاملہ میں اسکی مدد چاہیں۔

دو باغ والے کا عبرت ناک انجام

یہ واقعہ سورت اعراف کے پانچویں رکوع میں مذکور ہے۔

دو ہمنشین تھے ان میں ایک مفلس تھا۔ مگر ایمان کی دولت سے مالا مال تھا دوسرا کافر تھا۔ مگر مال و دولت دار تھا۔ اس کے دو باغ تھے۔ جن میں آبپاشی کے لئے نہریں جاری تھیں۔ پھل اور اناج کی پیداوار با فراط ہوتی تھی۔ ایک دن اثنائے گفتگو میں وہ اپنے اس ہمنشین کو کہنے لگا کہ "میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور جماعت کے لحاظ سے بھی زیادہ معزز ہوں"۔ اسی گھمنڈ غرور، تکبر اور کفر کے نشے میں ڈوبا ہوا وہ باغ میں گیا اور بولا میں نہیں خیال کرتا کہ باغ کبھی برباد ہوگا۔ اور اسے مال و دولت کا نشہ اس قدر چڑھا ہوا تھا کہ وہ قیامت کا بھی انکار کر بیٹھا اور کہدیا۔ کہ اگر بالفرض قیامت آ بھی گئی تو ادھر مجھے اس سے بہتر باغ ملے گا۔

بقول حضرت شاہ صاحب "منکر لوگ جانتے ہیں کہ جیسے دنیا میں عیش کرتے ہیں ساتھ گناہوں کے۔ وہی بات ہوگی آخرت میں۔ سو ہرگز ہوتا نہیں۔

یہ دوست کہنے لگا۔ کیا تو اس خالق کا منکر ہو گیا ہے۔ جس نے اول آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر تجھے ایک قطرہ سے انسان بنایا۔ میرا اعتقاد تو یہ ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ میں کسی کو اس کا شریک نہیں مانتا۔ اور جب تو اپنے باغ میں آیا تھا تو تو نے کیوں نہ کہا

مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ
(الکہف آیت ۳۹)

ترجمہ۔ جو اللہ چاہے تو ہوتا ہے اور اللہ کی مدد کے سوا کوئی طاقت نہیں

اگر تو مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کم دیکھتا ہے۔ مگر مجھے امید ہے کہ دنیا میں اور آخرت میں اللہ تیرے باغ سے مجھے بہتر باغ عنایت فرمائے۔ شاید تیرے باغ پر اللہ آسمان سے گرم ہوا کا ایک بھونکا بھیجدے پھر چٹیل میدان ہو جائے۔ یا نہر جو اسے سرسبز رکھتی ہے خشک ہو جائے۔ اور تو دوبارہ باوجود مشقت کے پانی حاصل نہ کر سکے۔

رات کو اس باغ پر آفت آئی۔ باغ جل کر راکھ کا ڈھیر رہ گیا۔ اسپر خرچ کیا ہوا سرمایہ بھی برباد ہو گیا۔ اب پچھتانے لگا کہ کاش میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بناتا۔ یعنی اس کی نظر صرف دنیاوی مال و اسباب تک محدود تھی۔ صرف اس کا زیاں دیکھ کر آنکھیں کھلیں۔

الحاصل مال و دولت کی فراوانی ہو تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ اپنی برتری نہ دکھانی چاہیئے اور فخر اور تکبر ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ چاہے تو ایک لحظ میں کروڑ پتی کو کنگال بنا سکتا ہے۔ [illegible] ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔ کے پیش نظر [illegible] کہ بچے اپنی اولاد یا مال [illegible] آگے [illegible] نیز [illegible] فرمائے۔ [illegible] ہو۔ [illegible] کہہ لے تو اس میں کوئی آفت نہ آئیگی بجز موت کے۔

بقیہ صفحہ ۳ ۔ اسلام اور اشتراکیت

سیاسی اور عسکری زندگی کے کئی پہلو پیش کئے گئے ہیں۔ یہ نظام آج سے چودہ سو سال پہلے عرب کے [illegible] ملک میں آزمایا گیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ثابت ہوا۔ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ اس وقت دنیا کے اسلامی ممالک میں یہ نظام کسی جگہ بھی پوری طرح رائج نہیں۔ عالم اسلام اس نظام کی برکتوں سے ناآشنا ہے۔ وہ [illegible] متاثر ہو کر [illegible] تکلیف وہ خیال کرتا ہے [illegible] وہ اشتراکی یا سرمایہ دارانہ نظام سے وابستگی میں اپنی [illegible] سمجھتا ہے حالانکہ ان میں سے کوئی نظام بھی مسلمانوں کے لئے [illegible] مسلم ممالک کو اسلامی نظام کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اسی میں ان کی دین و دنیا کی بھلائی کا راز مضمر ہے۔ [illegible] کر جلد [illegible]۔

علمائے کرام توجہ فرمائیں

علمائے کرام [illegible] خدام الدین [illegible] سے [illegible] چکے ہیں اور [illegible] درس قرآن [illegible] پتہ کمل اور خوشخط [illegible]
[illegible]

از جناب مولانا احمد صاحب ایم اے لکھنؤ

قرآن کی دعوتِ عمل

قسط دوئم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا (سورہ آل عمران رکوع ۱۱ پ۴) ترجمہ "تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو" کے بموجب مسلمان اس رسی (قرآن) کو پکڑ کر فرش سے عرش تک پہنچ گئے اور پھر اس کو چھوڑ کر عرش سے فرش پر آگرے۔ حدیث میں ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ (اوکما قال)۔

"بے شک اللہ اس قرآن کے ذریعہ سے کچھ قوموں کو بلند کرے گا اور اسی کے ذریعہ سے دوسروں کو پست کرے گا" یعنی اقوام کا عروج و زوال اسی پر منحصر ہے۔ جو قومیں اسے اپنا دستور عمل بنائیں گی۔ ترقی کریں گی اور جو اس سے غافل ہوں گی۔ ذلیل ہو جائیں گی۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹ پ۱۵)

ترجمہ "اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور یہ اپنی قدر نہ کرنے والوں کا صرف نقصان بڑھاتا ہے"

جب کسی قوم کا وقت اُلٹتا ہے۔ تو اس کی ذہنیت میں یہ تغیر ہوتا ہے۔ کہ اس کے دین کے ارکان کی صرف ظاہری شکل باقی رہ جاتی ہے اور روح نکل جاتی ہے۔ وہ صرف چند بے جان رسموں کا مجموعہ بن جاتا ہے۔ حقائق اور مقاصد کی جگہ اوہام پرستی اور ظاہر داری پیش نظر ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ روحانی اور مادی فوائد حاصل نہیں ہوتے جو مقصود ہیں کیونکہ نتائج کا تعلق صورت سے نہیں بلکہ حقیقت سے ہوتا ہے۔ مٹی کے پھلوں سے کسی کا پیٹ نہیں بھر سکتا اور کاغذ کے پھولوں سے خوشبو نہیں آ سکتی۔ یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ اللہ تمہاری صورتوں کو نہیں بلکہ دلوں کو دیکھتا ہے۔

گزشتہ امتوں کی گمراہی

قرآن میں گزشتہ انبیا اور ان کی امتوں کے حالات قصوں کے طور پر تفریح کے لئے نہیں۔ بلکہ عبرت کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے واسطہ سے تورات دی اور فرعون کے پنجہ سے آزاد کر کے حکومت عطا کی۔ ان میں یکے بعد دیگرے متعدد انبیا مبعوث کئے اور اس زمانہ کی تمام اقوام پر ان کو فضیلت دی۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلُهُ يَأْخُذُوهُ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ۔ (سورۃ الاعراف ع ۲۱۔ پ۹)

ترجمہ: "پھر ان کے جانشین ایسے لوگ ہوئے جو کتاب کے وارث ہوئے وہ اس ادنیٰ (دنیوی) زندگی سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ کیا ان سے کتاب میں عہد نہیں لیا گیا تھا۔ کہ وہ اللہ کے متعلق بجز حق بات نہ کہیں اور اس میں جو کچھ ہے۔ وہ انہوں نے پڑھا"

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بنی اسرائیل تورات پر عمل کرتے رہے لیکن پھر دنیوی طمع میں اس کی خلاف ورزی کرنے لگے اور گناہ پر ایسے دلیر ہو گئے۔ کہ نادم ہونے کی بجائے کہتے تھے کہ ہم جو گناہ کریں معاف کر دیا جائے گا۔ کیونکہ ہم تورات کے وارث ہیں اور

نَحْنُ أَبْنَاءُ اللّٰهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (سورہ المائدہ۔ ع ۳۔ پ۶)

ترجمہ: "ہم اللہ کے بیٹے اور اسکے محبوب ہیں"

اس لئے کتنے ہی گناہ کریں۔ جہنم میں نہ ڈالے جائیں گے اور اگر ڈالے بھی گئے تو صرف چند روز کے لئے۔

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ (سورہ آل عمران رکوع ۳۔ پ۳)

ترجمہ: "آگ ہم کو صرف چند روز کیلئے چھوئے گی"

اس لئے وہ گناہ پر اصرار کرنے لگے تھے اور ایک گناہ کے بعد جب ایسے ہی گناہ کا موقع ملتا تھا تو دنیوی منفعت اور دین فروشی کے لئے اس کے ارتکاب میں تامل نہیں کرتے تھے۔ وہ تورات پڑھتے تھے۔ لیکن اس میں ان سے جو عہد لیا گیا تھا۔ اس کو توڑتے تھے۔ انہوں نے صرف یہی کافی سمجھا کہ وہ تورات کے وارث ہیں اور اس کی تلاوت کر لیتے ہیں حالانکہ ہر آسمانی کتاب کی طرح تورات کے نزول کا مقصد اس پر عمل کرنا تھا۔

اس بے عملی کی پاداش میں فضیلت کا تاج ان کے سر سے اُتار لیا گیا اور ذلت و مسکنت کا طوق گلے میں ڈالا گیا۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ (سورہ البقرہ ع ۷۔ پ۱)

ترجمہ "ان پر ذلت اور کمزوری مسلط کی گئی اور وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ اس لئے تھا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے"

حدیث میں ہے کہ مسلمان پہلی امتوں کے قدم بقدم چلیں گے۔ چنانچہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے قرآن کو دستور عمل بنایا۔ جس کی وجہ سے وہ

أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (سورہ آل عمران رکوع ۱۴ پ۴)

ترجمہ: "اگر تم ایمان والے ہو، تم ہی اونچے رہو گے"

اور

بَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيرًا (سورہ الاحزاب ع ۶۔ پ۲۲)

ترجمہ: "مومنوں کو اس بات کی خوشخبری دو کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے"

کے مصداق بن کر بہت تھوڑی مدت میں دنیا کے ایک بڑے حصہ کے حکمران اور تمام انسانوں کے اعمال کے نگراں اور اقوام عالم کے نگہبان بن گئے۔ انہوں نے دنیا کو تہذیب و تمدن اور اخلاق فاضلہ کا درس دیا اور جہالت کی تاریکی دور کر کے علم کا نور پھیلایا۔ باطل کی طاقتوں کو خاک میں ملا کر حق کا نعرہ بلند کیا۔ جس سے زمانہ نے کروٹ بدلی۔ خفتہ اقوام بیدار۔ مردہ اقوام زندہ اور ضال و مغضوب خدا کے محبوب بن گئے۔

إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورہ آل عمران ع ۴ ۔ پ ۳)

ترجمہ:۔ "اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کریگا"۔

جس طرح بنی اسرائیل کو تورات پر عمل کرنے کی وجہ سے ہمعصر اقوام پر فضیلت حاصل ہوئی تھی۔ اسی طرح امت محمدیہ کو قرآن کو رہنما بنا کر "خیر امۃ" اور "امۃ وسطا" قرار دی گئی اور جملہ علوم و فنون اور اوصاف حسنہ میں دنیا کی معلم بنائی گئی اس نے زمین پر آسمانی بادشاہی کی بنیاد رکھی۔ نظام الٰہی قائم کیا۔ مردہ تہذیبوں اور حکمتوں کو زندہ کرکے چار چاند لگائے۔ اور انسانوں کا تزکیہ نفس کرکے ان کو صحیح معنوں میں انسان بنایا۔ اس کے بعد قرآن کو مہجور بنا کر اور عملاً پس پشت ڈال کر اور اللہ اور رسول کی اس امانت میں خیانت کرکے یہ حامل قرآن امت ان فیوض و برکات سے محروم ہو گئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ صورت کے لئے نہیں بلکہ حقیقت کے لئے ہوتا ہے۔ وہ نام کو نہیں۔ بلکہ کام کو دیکھتا ہے۔ گذشتہ امتیں بھی اپنی شریعتوں سے انحراف کرکے ہی اسفل سافلین بنی تھیں۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ (سورہ المائدہ۔ ع ۹ ۔ پ ۶)

ترجمہ۔ اگر وہ (اہل کتاب) تورات اور انجیل پر اور ان کے رب کی طرف سے ان پر جو کچھ نازل کیا گیا اس پر عمل کرتے تو اپنے اوپر سے اور اپنے قدموں کے نیچے سے کھاتے۔ یعنی آسمان اور زمین کی برکتوں سے بہرہ مند ہوتے۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (سورہ الاعراف ع ۱۲ پ ۹)

ترجمہ:۔ "اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقوےٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھولتے"۔

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ (سورہ الشوریٰ ع ۳ ۔ پ ۲۵)

ترجمہ:۔ "اور تم پر جو مصیبت پڑی۔ وہ تمہارے ہی اعمال کے سبب سے ہے"۔

مسلمانوں کا تنزل

مسلمان تلوار لے کر نہیں۔ بلکہ قرآن ہاتھ میں لے کر اور اسے شمع راہ بنا کر آگے بڑھے اور دنیا پر چھا گئے۔ لیکن جب انہوں نے اپنی حیثیت فراموش کر دی۔ اور قرآن کو نظر انداز کرکے دوسرے ذریعوں سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تو ذلت کے ساتھ پسپا ہوئے اور جس گڑھے میں نکلے تھے اسی میں گر پڑے۔

یہودیوں نے اس زعم میں کہ ہم اللہ کی کتاب تورات کے وارث اور انبیاءؑ کی اولاد ہیں اور اس بنا پر اللہ سے ہمارا خاص تعلق ہے اور ہم اس کے قانون مکافات سے مستثنےٰ ہیں۔ شریعت موسویہ پر عمل کرنا ضروری نہیں سمجھا اور احکام الٰہی کی بجائے اپنے نفس کا اتباع کرنے لگے۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ (سورہ مریم ع ۴ پ ۱۶)

ترجمہ:۔ "پھر ان کے جانشین وہ لوگ ہوتے جنہوں نے نماز ضائع کی اور خواہشوں کا اتباع کیا"۔

اس عہد شکنی کی سزا ان کو یہ ملی۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً (سورہ المائدہ رکوع ۳ پ ۶)

ترجمہ:۔ "پس ان کے معاہدہ کی خلاف ورزی کے سبب سے ہم نے ان کو رحمت سے دور کر دیا۔ اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا"۔

"تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے" مسلمانوں نے بھی ان کے قدم بقدم چل کر قرآن کے ساتھ یہی سلوک کیا اور اپنے آپ کو قرآن کا وارث سمجھ کر اس کی ظاہری تعظیم و تکریم اور قرأت پر قناعت کی اور عمل کی ضرورت نہیں سمجھی۔ حدیث میں ہے کہ ایک زمانہ میں مسلمانوں کا یہ حال ہوگا کہ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَھُم "وہ قرآن پڑھیں گے۔ لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا"۔ تلاوت کریں گے۔ مگر ان کے اخلاق اور کردار پر اس کا اثر نہیں ہوگا۔ لا یبقیٰ من الاسلام الا اسمہ ولا یبقیٰ من القران الا رسمہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کی صرف رسم رہ جائے گی۔ مسلمان اسے اپنا دستور عمل اور نظام حیات نہیں بنائیں گے۔ بلکہ محض رسماً اور تبرکاً پڑھیں گے اور تلاوت ہی کو کافی خیال کریں گے۔ انکی معاشرت سیاست اور حکومت اس کے مطابق نہیں ہوں گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام اجنبی ہو جائے گا۔ اور مسلمان قرآن سے بیگانہ ہو کر نام کے مسلمان رہ جائیں گے۔ اور قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے شکایت کریں گے۔

يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (سورہ الفرقان ع ۳ پ ۱۹)

ترجمہ۔ "اے میرے رب بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار کام

اگر قرآن صرف تلاوت کے لئے نازل ہوا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چار کام سپرد نہ ہوتے

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (سورہ البقرۃ ع ۵ ۔ پ ۱)

ترجمہ۔ "وہ ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے"۔

یعنی آپ نے صرف تلاوت نہیں کی بلکہ احکام الٰہی اور ان کی حکمت کی بھی تعلیم دی اور اس طرح انسانوں کا تزکیہ نفس کیا۔ قرآن کی تلاوت کا مقصد یہ ہے کہ اس کی آیتوں میں بیان کردہ احکام اور ان کی حکمتوں کا علم ہو اور پھر اس علم پر عمل کرنے سے تزکیہ نفس ہو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ سورۃ الاحزاب ع ۳ پ ۲۱

ترجمہ:۔ "بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک اچھا نمونہ ہے" کے موجب سب سے پہلے آپؐ نے قرآن کا اتباع کرکے عملی نمونہ پیش کیا۔

إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ (سورۃ الاحقاف ع ۱ ۔ پ ۲۵)

ترجمہ۔ "مجھ پر جو وحی کی جاتی ہے میں اسی کا اتباع کرتا ہوں"۔

اور ایک جماعت (صحابہ کرامؓ) بھی ایسی تیار کر دی جو "قال اللہ" کو اپنا حال بنا کر چند سال میں ایک طرف اخلاقی اور روحانی حیثیت سے انسانیت کی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی۔ اور دوسری جانب روم و ایران کی حکمران بن گئی۔ عمل بالقرآن کے ان حیرت انگیز اور بے نظیر نتائج کی کوئی توجیہہ مفکرین اور مورخین آج تک نہیں کر سکے۔ صحابہؓ کا اصول حضرت ابن مسعودؓ کے الفاظ میں یہ تھا۔

باقی صفحہ ١٨ پر

ذکر الٰہی

از جناب محمد شفیع عمر الدین ٹھٹھہ

اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ (الکہف رکوع ۴۔)

ترجمہ۔ تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا۔ کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے اور اس شخص کا کہنا نہ مان۔ جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔

شانِ نزول

ایک کافر حضرت کو سمجھانے لگا کہ اپنے پاس رذالوں کو نہ بیٹھنے دو کہ سردار تم پاس بیٹھیں۔ رذالہ کہا غریب مسلمانوں کو اور سردار دولتمند کافروں کو۔ اسی پر یہ آیت نازل ہوئی (موضح القرآن)

"یعنی اللہ کا ذکر، اس کی تسبیح، حمد برائی اور بزرگی کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو جو صبح و شام یاد خدا میں لگے رہتے ہیں۔ (ابن کثیرؒ)

اسلام کی اصلی عزت و رونق، مادی خوشحالی اور چاندی سونے کے سکّوں سے نہیں مضبوط ایمان و تقویٰ اور اعلےٰ درجہ کی خوش اخلاقی سے ہے۔ دنیا کی ٹیپ ٹاپ محض فانی اور سایہ کی طرح ڈھلنے والی ہے۔ حقیقی دولت تقویٰ اور تعلق مع اللہ کی ہے۔ جسے نہ شکست ہے نہ زوال۔ چنانچہ اصحاب کہف کے واقعہ میں خدا کو یاد کرنے والوں اور دنیا کے طالبوں کا انجام معلوم ہو چکا (حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی)

اس آیت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ اللہ کرنے والی جماعت کے ساتھ نشست و برخاست رکھنے کیلئے فرمایا۔ تاکہ اس مخلص یاد الٰہی کرنے والی جماعت کی آپ کی صحبت پُر نور کی وجہ سے ترقی ہوتی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلصین کی بڑی قدردانی کی۔ اب اسوہ حسنہ کی روشنی میں ہمارے لئے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ کن حضرات کی سوسائٹی میں ہمیں نشست و برخاست رکھنی چاہیئے اور کن کی صحبت ہمارے لئے نقصان دہ ہے۔ جس سے بچنا چاہیئے

قابلِ صحبت حضرات یہ ہیں

(۱) یاد الٰہی کرنے والے۔ جو پنجگانہ فریضہ نماز کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ کبھی ناغہ نہیں کرتے۔ سب ارکان بجا لا کر ادا کرتے رہتے ہیں۔ تلاوت قرآن مجید اور دوسرے مسنونہ اذکار کا بھی ورد رکھتے ہیں۔ شرعی اوامر و نواہی کو ہر وقت دھیان میں رکھتے ہیں۔ تاکہ کوئی قدم صراط مستقیم سے نہ ڈگمگا جائے۔

(۲) صرف رضامندی مولا پاک کے جویاں ہیں۔ اور ان کے اخلاص کا یہ حال ہے کہ ان کا ہر قدم اور ہر فعل اس محبت بھرے جذبے کے ماتحت اُٹھتا ہے کہ ہمارا پروردگار ہم سے راضی ہو جائے۔ خلقت کی واہ واہ انہیں ہرگز مقصود نہیں۔ یہ جانتے ہیں۔ کہ جو کام خدا کے لئے کیا جائے۔ اس کا نتیجہ خیر اور بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

ابن کثیر میں بحوالہ مسند احمدؒ مذکور ہے کہ "ذکر اللہ کے لئے جو مجلس جمع ہو۔ نیت ان کی بخیر ہو تو آسمان سے منادی کی جاتی ہے کہ اٹھو اللہ نے تمہیں بخش دیا۔ تمہاری بُرائیاں بھلائیوں سے بدل دی گئیں

ناقابلِ صحبت یہ ہیں

(۱) دین سے برگشتہ مالدار

(۲) ذکر الٰہی سے نا آشنا دل والے۔

(۳) خواہشات کے بندے۔

(۴) حدود شرعی سے تجاوز کرنیوالے۔

اگر یہ لوگ فوراً سمجھ جائیں اور مذکورہ بالا قابلِ صحبت حضرات سے اپنے تعلقات وابستہ کر لیں اور ان کے پروگرام پر عمل کریں تو ناقابلِ صحبت جماعت میں ان کا شمار نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت کرے۔ آمین۔

یاد رکھیں انسان جس سوسائٹی میں بود و باش رکھتا ہے۔ اسی کے اخلاق میں رنگا جاتا ہے ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند

صحبتِ طالح ترا طالح کند

یعنی نیکوں کی صحبت تجھے نیک بنا دیگی اور بدکار سوسائٹی تجھے بدکار کر دے گی۔

قیامت کے دن کو مت بھولئے۔ جس دن انسان پچھتا دے گا کہ میں نے نیکوں کو چھوڑ کر بدکاروں کو اپنا ساتھی کیوں بنایا

"اور اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے گا۔ کہیگا اے کاش میں بھی رسول کے ساتھ راہ چلتا۔ ہائے میری شامت میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا" الفرقان آیت ۲۷۔۲۸

جس سوسائٹی میں جاکر اس نے اپنا بیڑا ڈبویا ہے۔ اب اس پر افسوس کرتا ہے مگر ع

اب پچھتائے کیا ہوت۔ جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

حدیث۔ نیک ہمنشین اور بدہمنشین کی مثال ایسی ہے۔ جیسے مشک کا مالک اور لوہار کی بھٹی۔ مشک والے سے تم کو دو باتوں میں سے ایک بات ضرور حاصل ہوگی یا تو تم اس کو خرید لوگے یا (کم از کم) تم کو خوشبو ہی آئیگی اور لوہار کی بھٹی سے یا تو تمہارے کپڑے جل جائینگے۔ ورنہ تم کو بدبو ہی آئیگی (بخاری کتاب البیوع)

ادھر نیکوکاروں اور صالحین کی مجالس کو عطر فروش کی دکان کے ساتھ تشبیہہ فرمائی ہے۔ جب عطر فروش کی دکان کے قریب سے گذر ہوتا ہے تو دلکش اور بھینی بھینی خوشبو دل اور دماغ کو شگفتہ کر دیتی ہے۔ اگر عطر خرید کر ساتھ لے لیا جائے تو یہی خوشبو ہر وقت ساتھ رہیگی۔ بعینہٖ صالحین اور اہل دل کی مجالس بھی عجیب اثر رکھتی ہیں۔ ان کی صحبت کا رنگ چڑھ جاتا ہے اور انسان نیکی کے راستہ پر بڑے شوق سے گامزن ہو جاتا ہے۔ جتنی صحبت زیادہ رہے گی۔ اتنا ہی اثر دیر پا اور فائدہ زیادہ ہوگا۔

بُری مجالس کو لوہار کی بھٹی سے تشبیہہ

دی گئی ہے۔ اگر ادھر سے گذر ہوگا۔ تو کم از کم دھوئیں کی بو ضرور ناک تک پہنچیگی۔ اگر ادھر ٹھہر گیا تو ممکن ہے کہ کسی وقت بھی بھٹی سے آگ کی چنگاری اُڑ کر کپڑے کو جلا دے۔ اسی طرح بُری سوسائٹی میں جتنی زیادہ بود و باش ہوگی۔ اتنا ہی زیادہ تباہی کا باعث ہوگی۔

حدیث۔ ہر بچہ فطرت (توحید) پر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ جس طرح تمہارے مویشیوں کے بچے (صحیح سالم) پیدا ہوتے ہیں۔ کیا ان میں تم کو کوئی کن کٹا ملتا ہے؟ تم خود ان کو کن کٹا کر لیتے ہو" (بخاری کتاب القدر)

الحاصل سوسائٹی اپنا اثر ضرور کرتی ہے یہ کیوں نہ ہو۔ حالانکہ مٹی بھی خوشبو اور بدبو کا اثر اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میرے ایک دوست نے غسلخانے میں میرے لئے گاچنی مہیا کی۔ جس سے خوشبو آ رہی تھی میں اس کو یوں مخاطب ہوا کہ کیا تو مشک ہے یا عنبر۔ کیونکہ تیری دل آویز خوشبو نے مجھے مست کر ڈالا ہے۔ مٹی کا جواب سنئے جو ہمارے لئے بہت ہی سبق آموز ہے

بگفتا من گِلے ناچیز بودم
ولیکن مُدتے با گُل نشستم
جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم
(گلستان)

یعنی مٹی نے جواب دیا کہ وہی حقیر مٹی ہوں۔ لیکن کچھ عرصہ پھولوں کے ساتھ رہی ہوں پھولوں کی خوشبو نے مجھ میں اپنا اثر چھوڑا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میں تو وہی خاک ہوں۔

صحبت کے تاثرات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی زبانی سنئے "کسی کے پاس رہنا یہ عجیب چیز ہے کیسا ہی کم ہمت آدمی ہو۔ لیکن جس فن کے آدمی کے پاس بیٹھے اس سے اس فن کی رغبت، اور اس سے مناسبت اور ہمت عادۃً پیدا ہو ہی جاتی ہے۔ اچھے آدمی کے پاس بیٹھے تو اچھی باتوں کی رغبت اور ہمت پیدا ہو جاتی ہے اور بُرے آدمی کے پاس بیٹھے تو برائیوں کی رغبت اور ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر آدمی عقلمندوں میں رہے تو عقلمندی آ جاتی ہے۔ بیوقوفوں میں رہے تو بیوقوف ہو جاتا ہے۔ عورتوں میں رہے ۲۴

۲۴ تو زنانہ پن آ جاتا ہے۔ سپاہیوں میں رہے تو مردانگی اور جرأت پیدا ہوتی ہے غرض صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ پس جس میں ہمت نہ ہو دین کے حاصل کرنے کی۔ اس کو چاہیئے کہ دینداروں کی صحبت اختیار کرے اور کچھ دیر کو اُن کے پاس جا کر بیٹھا کرے۔ ہمت پیدا ہو جائے گی۔

(از وعظ جلاء القلوب معروف بہ جام جمشید)

اسی سلسلہ میں حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے کیا ہی عمدہ نصیحت فرمائی ہے "میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ انسان جس فن میں کمال حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس فن کے صاحب کمال کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہنے سے یہ بھی صاحب کمال ہو جائیگا۔

(از تقریر ۲۹ جنوری ۱۹۵۹ء
خدام الدین ۷ فروری ۱۹۵۹ء

اللہ تعالےٰ ہمیں نیک صحبت نصیب کرے اور بُری اور نا معقول مجالس سے بچائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

از جناب ایم عبدالرحمٰن صاحب لدھیانوی

اللہ کا وعدہ

اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ

بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے

حکومت الٰہیہ

سارے جہان میں حکومت صرف اللہ کی ہے۔ انصاف ہو کر رہے گا۔ کوئی مجرم نہ کہیں بھاگ سکتا ہے نہ رشوت دے کر چھوٹ سکتا ہے۔ عدم استعداد اور غفلت سے اکثر لوگ ان حقائق کو نہیں سمجھتے۔ اسی لئے جو زبان پر آئے بک دیتے ہیں اور جو جی میں آئے کرتے ہیں

اَلَآ اِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ پ ۱۱۔ ع ۱۱۔

ترجمہ۔ سن رکھو اللہ کا ہے۔ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ سُن رکھو اللہ کا وعدہ سچ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

دُنیا میں قلیل قیام

قیامت کے دن گنہگار سمجھیں گے کہ ہم قبر یا دنیا میں تھوڑی دیر ٹھہرے۔ جب مصیبت سر پر کھڑی نظر آئیگی تو کہیں گے کہ افسوس! بڑی جلدی دنیا کی اور برزخ کی زندگی ختم ہو گئی۔ کچھ بھی مہلت نہ ملی۔ جو ذرا سی دیر اور اس عذاب الیم سے بچے رہتے یا دنیا میں کچھ زیادہ مدت ٹھہرنے کا موقعہ ملتا۔ تو اس دن کے لئے تیاری کرتے۔ یہ تو ایک دم مصیبت کی گھڑی سامنے آ گئی۔ مومنین اور ملائکہ اُس وقت ان کی تردید کریں گے کہ تم جھوٹ بکتے ہو یا دھوکہ میں پڑے ہو جو کہتے ہو کہ قبر میں یا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرنا نہیں ہوا۔ تم ٹھیک اللہ کے علم اور لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق قیامت کے دن تک ٹھہرے ہو۔ ایک منٹ کی بھی کمی نہیں ہوئی۔ آج ٹھیک وعدہ کے موافق وہ دن آ پہنچا۔ اب وہ دیکھ لو جسے تم جانتے اور مانتے نہ تھے اگر پہلے سے اس دن کا یقین کرتے تو تیار ہو کر آتے اور یہاں کی مسرتیں دیکھ کر کہتے کہ اس دن کے آنے میں بہت دیر لگی۔ بڑے اشتیاق و انتظار کے بعد آیا۔

آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی

جب ان بدبختوں کا حال ضد و عناد کے اس درجہ پر پہنچ گیا کہ وہ ہر بات کا انکار کرتے رہے۔ آپ کیسی ہی آیتیں پڑھ کر سنائیں یا صاف سے صاف معجزے دکھلائیں۔ وہ سُن کر اور دیکھ کر یہی کہہ دیتے ہیں کہ تم (پیغمبر اور مسلمان) سب مل کر جھوٹ بنا لائے ہو۔ سو آپ ان کی شرارتوں سے رنجیدہ نہ ہوں۔ بلکہ پیغمبرانہ صبر و تحمل کے ساتھ اپنے دعوت و اصلاح کے کام میں لگے رہیں۔ اللہ نے جو آپ سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ یقیناً پورا کر کے رہیگا۔ اس میں رتی برابر تفاوت و تخلف نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنے کام پر جمے رہیئے۔ یہ بدعقیدہ اور بے یقین لوگ

آپ کو ذرا بھی اپنے مقام سے جنبش نہ دے سکیں گے۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ۝ پ۲۱ - ع ۹۔

ترجمہ۔ سو تو قائم رہ بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے اور اکھاڑ نہ دیں تجھ کو وہ لوگ جو یقین نہیں لاتے۔

قیامت کے روز نفسا نفسی ہوگی۔

طوفان کے وقت جہاز کے مسافروں میں سخت افرا تفری ہوتی ہے۔ ہر ایک اپنی جان بچانے کی فکر میں رہتا ہے۔ تاہم ماں باپ اولاد سے اور اولاد ماں باپ سے بالکل غافل نہیں ہو جاتی۔ ایک دوسرے کے بچانے کی تدبیر کرتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات والدین کی شفقت چاہتی ہے کہ ہو سکے تو بچہ کی مصیبت اپنے سر لے کر اس کو بچا لیں۔ لیکن ایک ہولناک اور ہوشربا دن آنے والا ہے۔ جب ہر طرف نفسی نفسی ہوگی۔ اولاد اور والدین میں سے کوئی ایثار کر کے دوسرے کی مصیبت اپنے سر لینے کو تیار نہ ہوگا۔ اور تیار بھی ہو تو یہ تجویز چل نہ سکے گی۔ چاہیئے کہ آدمی اُس دن سے ڈر کر غضب الٰہی سے بچنے کا سامان کرے آج اگر سمندر کے طوفان سے بچ گئے تو کل اس سے کیوں کر بچ سکے۔ یعنی وہ دن یقیناً آ کر رہے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لہٰذا دنیا کی چند روزہ بہار اور چہل پہل سے دھوکا نہ کھاؤ کہ ہمیشہ اسی طرح رہے گی۔ اور یہاں آرام سے ہو تو وہاں بھی آرام کرو گے۔ نیز اس دغاباز شیطان کے اغوا سے ہوشیار رہو۔ جو اللہ کا نام لے کر دھوکا دیتا ہے۔ کہتا ہے میاں اللہ غفور الرحیم ہے۔ خوب گناہ کے مزے اڑاؤ۔ بوڑھے ہو کر اکٹھی توبہ کر لینا۔ اللہ سب بخش دے گا۔ تقدیر میں اگر اس نے جنت لکھ دی ہے تو گناہ کتنے ہی ہوں ضرور بہشت کو پہنچ کر رہو گے۔ اور دوزخ لکھی ہے تو کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ پھر کاہے کے لئے دنیا کا مزا چھوڑا جائے

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۝ پ۲۲ - ع ۱۳۔

ترجمہ۔ بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے سو تم کو نہ بہکائے دنیا کی زندگانی۔ اور نہ دھوکا دے تم کو اللہ کے نام سے وہ دغاباز۔

کافر لوگ کہتے ہیں ہم نہیں جانتے قیامت کیسے ہوتی ہے۔ تم جو کچھ قیامت کے عجیب و غریب احوال بیان کرتے ہو۔ ہم کو کسی طرح ان کا یقین نہیں ہوتا۔ یوں سنی سنائی باتوں سے کچھ ضعیف سا امکان اور دھندلا سا خیال کبھی آ جائے۔ وہ دوسری بات ہے۔ جب قیامت آئے گی۔ ان کی تمام بدکاریاں اور ان کے نتائج سامنے آ جائیں گے اور عذاب وغیرہ کی دھمکیوں کا جو مذاق اُڑایا کرتے تھے وہ خود اُن ہی پر اُلٹ پڑے گا۔

بَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ

لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن يَمُوتُ ۚ بَلَىٰ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ۔ کہ نہ اُٹھائے گا اللہ جو کوئی مر جائے کیوں نہیں وعدہ ہو چکا ہے اس پر پکا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ موت کے بعد دوسری زندگی ہی نہیں۔ پھر عذاب کا کیا ڈر۔ یہ سب ڈھکوسلے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ تمہارے انکار اور اٹکل پچو قسمیں کھانے سے خدا کا پکا وعدہ ٹل نہیں سکتا۔ وہ تو ہو کر رہے گا۔ البتہ تم ایسی سچائی ثابتہ کا انکار کر کے اپنے جہل کا ثبوت دے رہے ہو۔ جو شخص خدا کے علم محیط اور شئون لامتناہیہ و حکمت تکوین کے راز اور اس کی غرض و غایت سے آگاہ ہوگا۔ وہ کبھی بعث بعد الموت کا انکار نہیں کر سکتا۔

سلسلہ مجازات (طاعت و معصیت کا پورا نتیجہ ظاہر کرنے) کے لئے بعث بعد الموت ضروری ہے۔ بہت سے خدا کے وفادار بندے مصائب و شدائد جھیلتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ کیا اُن کی قربانیاں ضائع کی جا سکتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ جن لوگوں نے حق کی حمایت اور خدا کی رضا جوئی کے لئے ظالموں کی سختیاں برداشت کیں اور انواع و اقسام کے ظلم و ستم اٹھائے۔ حتیٰ کہ مجبور ہو کر گھر بار خویش و اقارب اور عزت و راحت سب چیزوں کو خدا کے راستہ میں تج دیا ان کی محنت و وفاداری کا صلہ یقیناً مل کر رہیگا۔

قیامت ضرور قائم ہوگی

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا۔ پ۱۵ - ع ۱۵۔

ترجمہ۔ اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے اور قیامت کے آنے میں دھوکا نہیں۔

چند نوجوان روم کے کسی ظالم و جبار بادشاہ کے عہد میں تھے۔ بادشاہ سخت غالی بت پرست تھا اور جبر و اکراہ سے بت پرستی کی اشاعت کرتا تھا۔ عام لوگ سختی اور تکلیف کے خوف اور چند روزہ دنیوی منافع کی طمع سے اپنے مذاہب کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرنے لگے۔ اس وقت چند نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائد سلطنت سے تھا۔ خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں۔ اُن کے دل خشیت الٰہی اور نور تقویٰ سے بھرپور تھے وہ شہر کے قریب کسی پہاڑ کی کھوہ میں روپوش ہو گئے تھے۔ جو اصحاب کہف کے نام سے مشہور ہیں اور جن پر حق تعالےٰ نے دفعتہً نیند طاری کر دی اور وہ تین سو ۹ سال سوتے رہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت سے انہیں جگا دیا۔ اس وقت اسی مسئلہ بعث بعد الموت کا چرچا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ مرنے کے بعد جینا نہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ محض روحانی بعثت ہے جسمانی نہیں۔ کوئی معاد روحانی و جسمانی کا قائل تھا بادشاہ وقت حق پرست اور منصف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کی تدبیر کر دی۔ آخر منکرین قیامت بھی یہ حیرت انگیز ماجرا دیکھنے سننے کے بعد آخرت پر یقین لائے۔

قیامت آنی ہے اور یقیناً سب کو اللہ تعالےٰ کی بڑی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ اس دنیا کی ٹیپ ٹاپ اور فانی عیش و بہار پر نہ بھولو اور اُس مشہور دغاباز شیطان کے دھوکا میں مت آؤ۔ وہ تمہارا ازلی دشمن ہے۔ کبھی اچھا مشورہ نہ دے گا۔ یہی کوشش کرے گا کہ اپنے ساتھ تم کو بھی دوزخ میں پہنچا کر چھوڑے۔ طرح طرح کی باتیں بنا کر خدا اور آخرت کی طرف سے تم کو غافل کرتا رہے گا۔ چاہیئے کہ تم دشمن کو دشمن سمجھو اس کی بات نہ مانو۔ اس پر ثابت کر دو کہ ہم تیری مکاری کے جال میں پھنسنے والے نہیں۔ ہم خوب سمجھتے ہیں کہ تو دوستی کے لباس میں بھی دشمنی کرتا ہے۔

شیطان بھی اللہ کے سچے وعدے کا اقرار کرے گا۔

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۝ پ۱۳ - ع ۱۶

ترجمہ۔ اور بولا شیطان جب فیصل ہو چکا سب کام۔ بے شک اللہ نے تم کو دیا تھا سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا سو جھوٹا کیا۔

یعنی حساب کتاب کے بعد جب جنّتیوں کے جنّت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانیکا فیصلہ ہو چکے گا۔ اس وقت کفار دوزخ میں جا کر یا داخل ہونے سے پہلے ابلیس لعین کو الزام دینگے کہ مردود! تو نے دُنیا میں ہماری راہ ماری اور اس مصیبت میں گرفتار کرایا۔ اب کوئی تدبیر مثلاً سفارش وغیرہ کا انتظام کر۔ تاکہ عذاب الٰہی سے رہائی ملے۔ تب ابلیس اُن کے سامنے لیکچر دیگا جسکا حاصل یہ ہے کہ بیشک حق تعالیٰ نے صادق القول پیغمبروں کے توسط سے ثواب وعقاب اور دوزخ و جنّت کے متعلق سچّے وعدے کیئے تھے۔ جن کی سچائی دُنیا میں دلائل و براہین سے ثابت تھی اور آج مشاہدے سے ظاہر ہے۔ میں نے اُس کے بالمقابل جھوٹی باتیں کہیں اور جھوٹے وعدے کیئے جن کا جھوٹ ہونا وہاں بھی ادنیٰ فکر و تامل سے واضح ہو سکتا تھا اور یہاں تو آنکھ کے سامنے ہے۔ میرے پاس نہ حجت و برہان کی قوّت تھی۔ نہ ایسی طاقت رکھتا تھا کہ زبردستی تم کو ایک جھوٹی بات کے ماننے پر مجبور کرتا۔ ہم اور تم دونوں اپنے اپنے جرم کے موافق سزا میں پکڑے ہوئے ہیں۔ کوئی ایک دوسرے کی فریاد کو نہیں پہنچ سکتا۔

سب کا انجام

اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا ؕ پ۱۱ ع۶

ترجمہ: "اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تم سب کو۔ وعدہ ہے اللہ کا سچّا"

یعنی اُسی سے تم سب کا آغاز ہوا اور پھر اسی کی طرف انجام کار سب کو جانا ہے پھر اسکے احکام و سفراء سے سرتابی کرنا کیسے روا ہو سکتا ہے

یاجوج ماجوج سے حفاظت :-

ذوالقرنین کے غیر معمولی اسباب و وسائل اور قوّت و حشمت دیکھ کر وہاں کے لوگوں کو خیال ہوا کہ ہماری تکالیف و مصائب کا سدّ باب اس سے ہو سکیگا۔ اس لیئے گذارش کی کہ یاجوج ماجوج نے ہمارے مُلک میں اودھم مچا رکھی ہے۔ یہاں آکر قتل و غارت اور لوٹ مار کرتے رہتے ہیں۔ آپ اگر ہمارے اور ان کے درمیان کوئی مضبوط روک قائم کر دیں۔ جس سے ہماری حفاظت ہو جائے تو جو کچھ اس پر خرچ آئے ہم ادا کرنے کو تیار ہیں۔

ذوالقرنین نے کہا کہ مال میرے پاس بہت ہے۔ مگر ہاتھ پاؤں سے ہمارے ساتھ تم بھی محنت کرو۔ اول لوہے کے بڑے بڑے تختوں کی اوپر نیچے تہیں جماؤ۔ جب اُن کی بلندی دونوں پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ گئی۔ لوگوں کو حکم دیا کہ خوب آگ دھونکو۔ جب لوہا آگ کی طرح سُرخ ہو کر تپنے لگا۔ اس وقت پگھلا ہُوا تانبا اوپر سے ڈالا جو لوہے کی درزوں میں بالکل پیوست ہو کر جم گیا اور سب مل کر پہاڑ سا بن گیا۔ حق تعالیٰ نے یاجوج و ماجوج کو فی الحال یہ قدرت نہیں دی کہ دیوار پھاند کر یا توڑ کر نکل آئیں۔ محض خدا کی مہربانی سے یہ روک قائم ہو گئی اور میعاد معیّن تک قائم رہے گی۔

وَکَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ؕ پ۱۶۔ ع ۲۔

ترجمہ۔ "اور ہے وعدہ میرے رب کا سچا"

احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیحؑ کے نزول اور قتل دجال کے بعد قیامت کے قریب یاجوج و ماجوج کے نکلنے کا وعدہ ہے۔ اس وقت یہ روک ہٹا دی جائیگی۔ دیوار توڑ کر اتنی کثیر تعداد میں نکل پڑینگے جس کا شمار اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں دنیا اُن کے مقابلہ سے عاجز ہو گی۔ حضرت مسیحؑ کو حکم ہو گا کہ میرے خاص بندوں کو لے کر طور پر چلے جائیں۔ آخر حضرت مسیحؑ بارگاہ احدیت کی طرف دست دُعا دراز کرینگے اس کے بعد یاجوج ماجوج پر ایک غیبی وبا مسلّط ہو گی۔ سب ایک دم مر جائیں گے۔

(باب امارت الساعت)

نیک اعمال کی جزاء

وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا پ۵ ع۱۵

ترجمہ "وعدہ ہے اللہ کا سچّا اور اللہ سے سچا کون"

یعنی جو لوگ ارشاد خداوندی کے موافق ایمان لائے اور اچھے عمل کئے۔ وہ ہمیشہ کے لیئے باغ و بہار میں رہیں گے۔ اور یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ جس سے سچی کسی کی بات نہیں ہو سکتی۔ پھر ایسے سچے وعدہ کو چھوڑ کر شیطان کی جھوٹی باتوں میں آنا کس قدر گمراہی اور کتنی بڑی مضرت کو سر پر لینا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ؕ وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ (پ۲۱ ۔ ع۱۰)

ترجمہ۔ جو لوگ یقین لائے اور کئے بھلے کام۔ ان کے واسطے ہیں نعمت کے باغ۔ ہمیشہ رہا کرینگے ان میں۔ وعدہ ہو چکا اللہ کا سچّا۔ اور زبردست ہے حکمتوں والا۔ کوئی قوت اس کو ایفائے وعدہ سے روک نہیں سکتی۔ نہ کسی سے بے موقع وعدہ کرتا ہے۔

کھیتی کی مثال

عقلمند آدمی کھیتی کا حال دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے کہ جس طرح اسکی رونق اور سرسبزی چند روزہ تھی۔ پھر چورا چورا کیا گیا۔ یہی حال دنیا کی چہل پہل کا ہوگا چاہیئے کہ آدمی اس کی عارضی بہار پر مفتوں ہو کر انجام سے غافل نہ ہو جائے جیسے کھیتی مختلف اجزا سے مرکب ہے۔ مثلاً اس میں دانہ ہے جو آدمیوں کی غذا بنتا ہے۔ اور بھوسہ بھی ہے جو جانوروں کا چارہ بنتا ہے اور ہر ایک جزو سے فائدہ اٹھانا بغیر اسکے ممکن نہیں کہ دُوسرے اجزاء سے اس کو الگ کریں اور اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچائیں۔ اسی طرح دُنیا کو سمجھ لو کہ اس میں نیکی، بدی، راحت تکلیف وغیرہ سب ملی جلی ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ کھیتی کٹے اور خوب چورا چورا کی جائے۔ پھر اس میں سے ہرایک جزو کو اس کے مناسب ٹھکانے پر پہنچا دیا جائے۔ نیکی اور راحت اپنے مرکز و مستقر پر پہنچ جائے اور بدی یا تکلیف اپنے خزانہ میں جا ملے۔ غرض کھیتی کے مختلف احوال دیکھ کر عقلمند لوگ بہت مفید سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

حلقۂ احباب

از لال دین صاحب اختر بی-اے-بی ٹی

قسط نمبر ۱۹

جاوید :- محترم مولوی صاحب! آپ کے دلائل میں پختگی ضرور موجود ہے۔ مگر ہمیں آخر کیا کرنا چاہیئے؟

اختر :- جاوید صاحب۔ کل مولوی صاحب نے مثنوی مسافر کے اشعار پیش کئے۔ اور ہمارے ذہنوں سے ایک پرانی غلط فہمی کو دُور کر دیا۔

مسعود :- مجھے اوروں کا تو پتہ نہیں، لیکن میں تو اہلِ یورپ کو اقوامِ عالم میں ایک کامیاب سیاست کا علمبردار سمجھتا تھا۔ یہ تو کل ہی معلوم ہُوا۔ کہ اُن کے نظریات کائناتِ ہستی میں ظلمت و فساد کا باعث ہیں۔ وُہ مظلوم انسانیت کا مداوا پیش نہیں کرتے۔ بلکہ انسانیت اُن کے حریصانہ عزائم سے مجروح ہے۔ اُن کی سیاست مہذّب قزاقی کی غمّازی کر رہی ہے اُن کے تمدّن میں ہمدردی انسان کے جوہر مفقود ہیں۔

مولوی عبدالرشید :- جزاک اللہ مسعود صاحب! جزاک اللہ دُعا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ ہدایت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اہلِ فرنگ نے دنیاوی فتوحات حاصل کیں۔ وہ بحر و بر میں تسخیر و فتح کے شادیانے بجاتے پھرتے ہیں۔ اُن کے عروج و بلندی کو دیکھ کر زاہد سے زاہد انسان کے منہ میں بھی پانی بھر آتا ہے۔ مگر یاد رہے۔ اُن کے پروگرام میں آرائشگی جہانِ فانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ ان کی ساری متاعِ حیات سے فقط دنیاوی رزق برق خریدی جا سکتی ہے۔ اُن کی دُوربینیں اجرامِ فلکی کے حجم کا جائزہ لے سکتی ہوں تو ممکن ہے۔ ان کی حکمتیں ارضی و فضائی ذخائر بے شک فراہم کر لیں۔ ان کی رسائی عقل و خرد کی آخری حد تک ہو چکی ہو تو کچھ بعید نہیں۔ مگر میں وحدہٗ لاشریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وُہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہیں۔ کیوں؟ اقبال مرحوم نے جہاں اکلِ حلال کی مدحت سرائی فرمائی وہاں اہلِ یورپ کے متعلق یوں رقمطراز ہیں :-

آہ یورپ زیں مقام آگاہ نیست
چشمِ اُو ینظُر بِنُورِ اللہ نیست
اُو نداند از حلال و از حرام
حکمتش خام است و کاوش نا تمام
اُمّتے بر اُمّتے دیگر چرد
دانہ ایں میکارد و آں حاصل برد

مقام ندامت ہے کہ یورپ والے اکلِ حلال کے رُوحانی فیض کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ اکلِ حلال کی معنوی چاشنی سے وہی لذت آشنا ہوتا ہے۔ جس کا ضمیر نورِ یزدانی سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ اور ایسا ضمیر فقط مردِ مومن کا ہی ہو سکتا ہے۔ یورپین لوگ حلال و حرام کے تصوّر سے بھی ناآشنا ہیں۔ یہی وجہ ہے اُن کی تدبیر اور کردار دونوں معیارِ انسانیت سے گرے ہوئے ہیں۔ آپ پر اُن کی خسیس حرکات اظہر من الشمس ہیں۔ کہ ایک سلطنت دوسری ہمسایہ سلطنت کو ہڑپ کر لینے کے لئے بیتاب ہے۔ اور ہر مملکت دوسری مملکت کے مقبوضات پر قبضہ کرنے کی فکر میں رہتی ہے۔

مسعود :- مولوی صاحب۔ اقتصادیات میں اِن کے مکر و فن کا کیا کہنا ہمیشہ سادہ لوح قوموں کو فریب دے کر لوٹتے رہتے ہیں۔

عبدالرشید :- اِن کی اِس بین الاقوامی پُرفریب تجارتی پوزیشن کو اگلے اشعار میں سُنیئے۔

تختہ دُکاں شریکِ تخت و تاج
از تجارت نفع و از شاہی خراج
آں جہاں بانے کہ ہم سوداگر است
بر زبانش خیر اندر دل شر است

فرماتے ہیں۔ کہ اہلِ یورپ اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے نہیں۔ بلکہ اپنی ذاتی غرض کے لئے بعض محکموں کا اجرا کرتے ہیں۔ یوں سمجھ لو۔ کہ جیسے بادشاہ محکوموں سے خراج وصول کرتے ہیں۔ اِسی طرح یورپ والے اپنی محکوم اقوام سے بذریعہ تجارت نفع وصول کرتے ہیں۔ یہ لوگ بادشاہی میں رفاہِ عامہ پر غور نہیں کرتے۔ بلکہ اِن کی تمام چالیں سوداگرانہ ہوتی ہیں۔ اِن کے معاہدات عام اور صلح کی نگاہوں میں اچھائی پر مبنی ہوتے ہیں۔ مگر در اصل کوئی ذاتی غرض اُن میں پنہاں ہوتی ہے۔

جاوید :- مولوی صاحب! اقبالیات نے تقریباً تمام دُنیا کی سیاسیات پر تبصرہ کیا ہے۔ مگر انجام کار اسلامی سیاست کو ہی محسنِ انسانیت ثابت کیا ہے۔

سعید :- جاوید صاحب! یہ مسئلہ بڑی حد تک ہم سب پر واضح ہو گیا ہے۔

مولوی عبدالرشید :- مَیں نے چند ایک اشعار آپ کے سامنے پیش کئے ہیں۔ حالانکہ سینکڑوں مقامات پر اقبال مرحوم نے اہلِ یورپ کے نظامِ حیات پر بڑی کڑی نکتہ چینی فرمائی ہے۔

مسعود :- مولوی صاحب۔ میں تو سفارش کرتا ہوں۔ کہ آپ براہِ کرم حضرت مولانا محی الدین صاحب کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں۔ مجھے تو ان کے تذکرہ میں ایک روحانی لذت حاصل ہوتی ہے۔

سعید :- فی الواقع اولیاء کرام کی باتوں میں بڑا سرور آتا ہے۔ ہماری بلا سے انگریزوں کی سیاست اچھی ہو یا بُری۔ ہمیں تو کلیتہً یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ ہر قوم جو رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے لائے ہوئے دینِ فطرت کے خلاف اپنا ضابطۂ حیات تجویز کرتی ہے۔ وُہ اعلانیہ بے دینی میں مُبتلا ہے۔ اور عاقبت میں خُسرانِ عظیم سے دوچار ہو گی۔

جاوید :- اچھا۔ مولوی صاحب۔ آپ حضرت محی الدین کے متعلق کچھ بیان کیجیئے۔

مولانا عبدالرشید :- میں تو حیران ہوں کہ دنیا والے سائنسدانوں کی فتوحات پر بڑا سر دھنتے ہیں۔ اُن کو انبیاء کرام اور اولیاء عظّام کی فتوحاتِ غیبیہ سے کیوں حظ نہیں آتا۔ مادّیت کی بڑھتی ہوئی رَو نے رُوحانی دُنیا کا تصوّر ہی ناپید کر دیا ہے۔ رُوحانی کیفیّات اور پاکیزہ وارداتِ قلبی کا تعلق اکلِ حلال سے ہوتا ہے۔ مگر موجودہ معاشرے میں حلال کا لقمہ بڑی مشکل سے ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے سینے نورِ بصیرت سے خالی ہیں۔ پیر رومی کا ارشاد ہے ؎

علم و حکمت زاید از نانِ حلال
عشق و رقّت آید از نانِ حلال

دل و دماغ میں علم و حکمت کی روشنی رزقِ حلال سے پیدا ہوتی ہے اور اپنے گناہوں پر تضرّع یا عشقِ الٰہی میں گریۂ فراق فقط اُن ہی لوگوں کا حصّہ ہے جو حلال روزی ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ حقیقت میں حلال روزی سے ضمیر کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ سنیئے اگلے دن میں حضرت شاہ شکوہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر تھا۔ درسِ قرآن مجید کے بعد از رہِ شفقت فرمایا۔ کہ خادم کو آپ کی چائے کے لئے کہا ہے۔ لہٰذا وہاں مسجد میں بیٹھ کر چائے پیجیئے۔ میں ابھی حجرۂ مبارک سے نکلا ہی تھا کہ خادم چائے لے کر آ گیا۔ میں اور ایک اور صاحب چائے میں شریک ہوئے۔ حسبِ العادت میں جلدی جلدی فارغ ہو کر پھر حریصانہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ عزّتِ باریابی نصیب ہُوا تو دیکھا۔ حضرت صاحب اور آپ کے ایک عزیز وہاں تشریف فرما تھے۔ دو پیالے دودھ کے۔ جن میں گھی بھی شامل تھا بھرے پڑے تھے۔ دوسرے صاحب اپنا پیالہ پی رہے تھے۔ لیکن حضرت صاحب اپنی چارپائی سے ٹیک لگائے صف پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ کے ساتھی نے اپنے حصّہ کا دُودھ نوش فرما لیا۔ تو وہ صاحب باہر تشریف لے گئے۔ اب میں حضرت کی خدمت میں اکیلا رہ گیا تو مجھے فرمانے لگے۔ کہ بیٹا یہ آپ کی اصلاح کے لئے بتاتا ہوں کہ مجھے کچھ کھانسی کی تکلیف تھی۔ ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ قدرے گھی کو دُودھ میں جوش دے کر استعمال کیجئے۔ لہٰذا مولوی نعمت اللہ صاحب نے یہ چیزیں فراہم کی ہیں۔ مگر اب میں بفضلِ لطیفِ خبیر دیکھ رہا ہوں۔ کہ دُودھ تو ٹھیک ہے۔ مگر گھی میں حرام کی ملاوٹ ہے۔ یہ سُن کر میری آنکھیں

نورِ عقیدت سے چمک اٹھیں۔ اور ضمیر سے آواز نکلی "بندۂ مولا صفات"۔ مگر کس کو یارا ہے۔ کہ اُن کی حاضری میں اُن کی تعریف و تحسین کا ایک لفظ بھی زبان سے نکال سکے۔ اُن کے حضور میں میرے قلبِ مضطر کو ہمیشہ شکایت ہی رہتی ہے

یہ آئین زبان بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری (اقبال)

مسعود :- مولوی صاحب! ایسے باخدا بزرگ کی ہمنشینی پر آپ کو جتنی بھی مبارک بادیں پیش کی جائیں۔ کم ہیں

مولوی عبد الرشید :- دوستو! حضرت محی الدین صاحب اپنی طرف منسوب نہیں کرتے۔ مگر ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں۔ کہ دل کے بینا کے سامنے حرام اور حلال غذا کے پیالے ملا کر رکھ دو۔ وہ بفضلِ ایزد متعال پہلی ہی نظر میں بتا دے گا۔ "ھذا حلال" و "ھذا حرام"

افسوس ہم ایسے لوگوں کی تلاش نہیں کرتے۔ ورنہ اُمتِ مسلمہ میں قیامت تک ایسے صاحبِ باطن بزرگوں کا وجودِ مسعود رہے گا۔ ہم نے فطری مقصد کو اپنے دل و دماغ میں نشو و نما کا کبھی موقعہ ہی نہیں دیا۔ حضرت مولانا رومؒ ہم جیسے بر خود غلط تعلیمیافتہ لوگوں کو مخاطب کر کے فرما گئے ہیں۔

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست
دل فرازِ عرش باشد نے بپست
تو دلِ خود را دلے پنداشتی
جستجوئے اہلِ دل بگذاشتی

اے مستِ پندار انسان! تو اس زعمِ باطل میں ہے۔ کہ میرے بھی پہلو میں دل ہے۔ حالانکہ وہ مردِ حق آگاہ جس کو دل کی آنکھیں حاصل ہیں۔ وُہ ہمیشہ عالمِ علوی کی فردوسی بہاروں پر نظر رکھتا ہے۔ اور اس کو عالمِ سفلی کی چھوٹی ہوئی ٹھیکریوں پر کرگسی نگاہوں سے تکنے کی ضرورت نہیں۔ وہ دُنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر فقط طالبِ مولا بن جاتا ہے لہٰذا وُہ دنیاوی تخت و تاج کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا دل عرش عظیم کا ہم پلہ یعنی مہبطِ تجلیاتِ الٰہی بن جاتا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ تو اپنے اندھے اور مردہ دل کو دل سمجھے ہوئے ہے۔ لہٰذا یہ خود فریبی تجھ کو اہلِ دل حضرات کی جستجو سے باز رکھتی ہے۔

جاوید :- مولوی صاحب! پیر رومی کے اشعار میں روحانیت کا ایک الہامی نغمہ ہوتا ہے۔ کاش ہم ایسے بزرگوں کے ارشادات پر عمل کریں۔

اختر :- مولوی صاحب! حضرتِ والا کے متعلق کوئی اور چیز بھی بیان کیجئے۔

جاوید :- اختر صاحب! آج کونسی تاریخ ہے؟

اختر :- اگست کی ۲۲ تاریخ ہے۔

مولوی عبد الرشید :- چھٹیاں ختم ہو رہی ہیں۔ لہٰذا محفلِ احباب کی رونق کم ہو جائے گی۔

جاوید۔ آپ تعطیلات سے پہلے لائلپور تو ضرور جائیں گے

مولوی عبد الرشید انشاء اللہ تعالیٰ پرسوں ہی جاؤں گا۔

جاوید :- دوستو! بہتر تو یہ ہے۔ کہ ہم سارے کے سارے مولوی عبد الرشید صاحب کی معیت میں حضرت مولانا محی الدین کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوں۔ بلکہ وہاں جا کر عرض کریں۔ وہ ہم سب کو اپنے حلقۂ رشد و ہدایت میں شامل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

(مولوی عبد الرشید صاحب مسکرا رہے ہیں۔ اُن کے چہرے پر ایک نورانی جھلک رقصاں ہے۔ اکثر حاضرین مولوی صاحب کی معیت میں لائلپور جانے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ بعدازاں نمازِ ظہر کے لئے مجلس برخاست ہوتی ہے)

بقیہ قرآن کی دعوتِ عمل صفحہ ۱۲ سے آگے

صفحہ ۱۲ سے آگے

كنّا اذا تعلمنا من النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عشر ايات من القرآن لم نتعلم العشر التی بعدها حتّٰی نعمل بما فیها۔

ترجمہ۔ "جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی دس آیتیں سیکھ لیتے تھے تو جب تک ان پر عمل نہ کر لیتے تھے۔ ان کے بعد کی دس آیتیں نہیں سیکھتے تھے"۔

اگر قرآن کے نزول کا مقصد صرف تلاوت ہوتا تو صحابہ کرامؓ اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے اس قدر اہتمام کیوں کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (سورۃ العنکبوت ع ۵۔ پ ۲۱)

ترجمہ۔ "تم پر جو کتاب وحی کی گئی ہے۔ اسے پڑھو اور نماز قائم کرو۔ بیشک نماز بیحیائی اور برائی سے روک دیتی ہے"۔

یعنی کتاب اللہ کی صرف تلاوت کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ اس کے مطابق اسلامی نظام قائم کرنے کی تاکید کی گئی جس کا نتیجہ تمام گناہوں سے اجتناب ہے۔ تلاوت قرآن کا مقصد اس پر عمل ہے۔ چنانچہ تمام امت کو بھی حکم ہوا۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ (سورہ الاعراف ع ۱۔ پ ۸)

ترجمہ۔ تمہارے رب کی طرف سے تم پر جو نازل ہوا اس کا اتباع کرو۔

کیونکہ :-

اِنَّ الْھُدٰی ھُدَی اللّٰہِ (سورۃ آل عمران ع ۸۔ پ ۳)

ترجمہ۔ اللہ کی دی ہوئی ہدایت ہی دراصل ہدایت ہے"۔

اور

وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ (سورہ الرعد۔ رکوع ۱ پ ۱۳)

ترجمہ اور تمہارے رب کی طرف سے جو کچھ تم پر نازل کیا گیا وہ حق ہے۔

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۝ (سورہ یونس۔ رکوع ۴۔ پ ۱۱)

ترجمہ۔ حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے۔

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (سورۃ الزمر رکوع ۳ پ ۲۳)

ترجمہ۔ اللہ نے بہترین کتاب نازل کی جو ایسی کتاب ہے کہ اوّل سے آخر تک یکساں ہے اور دوہرائی جانے والی ہے۔ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ ان کے جسم اس سے کانپ جاتے ہیں۔ پھر ان کے چمڑے اور دل اللہ کی یاد کیلئے نرم ہو جاتے ہیں

تلاوتِ قرآن کا مقصد

یعنی قرآن کی تلاوت اس شان کے ساتھ کی جائے کہ تمام قویٰ اس سے متاثر ہوں اور ان سے وہ اعمال صادر ہوں جو مقصود ہیں اور "قال" "حال" کی صورت میں تبدیل ہو جائے۔ اس آیت میں قلوب کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے۔ کیونکہ انسان میں دل تمام اعضاء کا رہنما اور حاکم ہے اور اسی کی صلاح و فساد پر انسان کے اعمال کی صلاح و فساد کا مدار ہے۔ دل میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ انہی کے مطابق اعمال سرزد ہوتے ہیں۔

اسی لئے حدیث میں ہے۔ "اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَھُوَ الْقَلْبُ" او کما قال

یعنی جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وُہ درست ہے تو تمام جسم درست ہے۔ اور اگر وہ بگڑا ہوا ہے تو تمام جسم بگڑا ہوا ہے اور وُہ دل ہے۔

دل تمام اعضاء کے اعمال کا محرک ہے۔ اس لئے دل کی اچھائی برائی کا اثر تمام حرکات و سکنات پر ہوتا ہے ٭

باقی آئندہ

بچوں کا صفحہ

حضرت عمرؓ کی کرامات

عزیز بچو! آج ہم آپ کو حضرت عمرؓ کی مبارک زندگی کے چند واقعات اور ان کی کرامات سناتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ ان سے سبق حاصل کرکے اپنی زندگیوں کو ان کے نمونہ کے مطابق بنانے کی کوشش کریں گے۔

ایک رات میں حضرت عمرؓ گشت کر رہے تھے۔ ایک بدو کی طرف سے آپ کا گزر ہوا جو اپنے خیمہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور اُسکے پاس بیٹھ کر اس سے باتیں کرنے لگے۔ اور پوچھنے لگے۔ تم اس طرف کیوں آئے ہو۔ یہی باتیں کر رہے تھے۔ کہ اچانک خیمہ سے رونے کی آواز آئی۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ رونے کی آواز کیسی ہے۔ بدو نے کہا کہ یہ بات تم سے تعلق نہیں رکھتی۔ ایک عورت ہے۔ اس کے درد زہ ہو رہا ہے اور دائی پاس نہیں۔ یہ سُن کر آپ اپنے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا کہ اے اُم کلثوم ذرا کپڑے تو پہنو اور میرے ہمراہ چلو۔ آپ ان کو لے کر اس بدو کے پاس پہنچے اور فرمایا اس عورت کو تم اندر آنے کی اجازت دے سکتے ہو۔ انکی وجہ سے تنہائی کی تکلیف رفع ہوگی۔ اس بدو نے اجازت دی اور وہ اندر تشریف لے گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اُم کلثوم نے پکار کر کہا کہ اے امیرالمومنین اپنے دوست کو خوشخبری دیجئے کہ لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس بدو نے جو امیرالمومنین کہتے سنا کانپ گیا اور شرمندہ ہو کر اُن کے سامنے بیٹھا اور معافی مانگنے لگا۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج کی بات نہیں۔ صبح کو ہمارے پاس آنا اور آپ نے اس کے بچے کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

جب ملک شام سے واپس ہوئے تو ایک روز تنہا گشت کے لئے نکلے۔ ایک بڑھیا ملی۔ آپ نے اس سے حالات پوچھنا شروع کئے کہ عمرؓ جو تمہارا امیرالمومنین ہے کیسا آدمی ہے۔ اس بڑھیا نے برائی بیان کی اور کہا۔ جب سے وہ خلیفہ ہوا۔ مجھے ایک پیسہ بھی نہیں ملا۔ آپ نے فرمایا۔ عمر کو تمہارا کیا حال معلوم تم نے اس کو اطلاع کیوں نہ دی۔ بڑھیا نے کہا وہ امیرالمومنین ہے اس کو مشرق سے مغرب تک کا ہر مقام کا حال معلوم ہونا چاہیئے۔ یہ سُن کر آپ رونے لگے اور فرمایا مجھے عمرؓ پر رحم آتا ہے۔ اچھا تمہارے اوپر جو اس نے ظلم کیا ہے۔ اس کا بدلہ لوگی۔ بڑھیا نے کہا۔ میرے ساتھ مذاق نہ کرو۔ آپ نے فرمایا۔ میں مذاق نہیں کرتا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے سے حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ آ گئے۔ انہوں نے کہا السلام علیکم یا امیرالمومنین اب بڑھیا کے ہوش اُڑ گئے۔ کہ میں نے امیرالمومنین کو ان کے مُنہ پر بُرا کہا۔ آپ نے کہا کچھ حرج نہیں۔ پھر ایک چمڑے کے ٹکڑے پر تحریر لکھوائی کہ عمرؓ نے اپنا ظلم اس بڑھیا سے پچیس اشرفی کے بدلے معاف کرایا ہے۔ اب یہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اور اس پر حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کی گواہی کرائی۔

ایک رات آپ گشت کر رہے تھے۔ جب ایک گھر کے قریب پہنچے۔ تو سنا ایک بڑھیا اپنی لڑکی سے کہہ رہی ہے کہ دودھ میں پانی ملا دے لڑکی نے جواب دیا کہ امیرالمومنین کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ دودھ میں پانی ملا کر نہ بیچا جائے۔ بڑھیا نے کہا اس وقت نہ امیرالمومنین یہاں ہیں۔ نہ منادی کرنے والا۔ لڑکی نے کہا۔ اللہ کی قسم یہ بات ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ظاہر میں تو ان کے حکم کی پابندی کریں اور پوشیدہ مخالفت۔ یہ سُن کر آپ بہت خوش ہوئے اور اپنے غلام اسلم جو ہمراہ تھا۔ فرمایا کہ اس مکان پر کوئی نشان لگا دو۔ دوسرے دن آپ نے وہاں ایک آدمی بھیجا اور اس لڑکی سے اپنے صاحبزادے حضرت عاصم کے لئے پیغام دیا اور فرمایا اس نکاح میں برکت ہوگی۔ عمر بن عبدالعزیزؒ اس لڑکی کی نسل ہیں۔

ایک روز آپ مدینہ منورہ میں جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ یکا یک بلند آواز سے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔ یا ساریۃ الجبل اور اس کے بعد پھر خطبہ شروع کر دیا۔ تمام خطبہ سننے والوں کو حیرت تھی۔ کہ یہ بے ضرورت جملہ آپ کی زبان مبارک سے کیسا نکلا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے آپ سے دریافت کیا آج آپ نے خطبہ کے درمیان یا ساریۃ الجبل کیا فرمایا۔ تو آپ نے ایک لشکر کا ذکر کیا جو عراق میں بمقام نہاوند جہاد میں مشغول تھا۔ اس لشکر کے سردار معاویہؓ تھے۔ فرمایا میں نے دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور دشمنوں کی فوج سامنے سے بھی آ رہی ہے اور پیچھے سے بھی۔ جس کی ان لوگوں کو خبر نہیں۔ یہ دیکھ کر میرا دل قابو میں نہ رہا اور میں نے آواز دی۔ کہ اے ساریہ پہاڑ سے مل جاؤ۔ تھوڑے دنوں کے بعد ساریہ کا قاصد آیا۔ تو اس نے سارا واقعہ بیان کیا کہ ہم لوگ لڑائی میں مشغول تھے۔ کہ یکایک یہ آواز آئی یا ساریۃ الجبل اس آواز کو سُن کر ہم لوگ پہاڑ سے مل گئے۔ اور ہم کو فتح ملی۔

ایک مرتبہ ایک عجمی مدینہ منورہ میں آیا حضرت عمرؓ کو وہ تلاش کر رہا تھا۔ کسی نے بتلایا کہ وہ کہیں جنگل میں سو رہے ہوں گے۔ چنانچہ وُہ جنگل کی طرف گیا۔ دیکھا تو آپ زمین پر لیٹے ہوئے درہ سر کے نیچے رکھے ہوئے سو رہے ہیں۔ اس عجمی نے اپنے دل میں خیال کیا کہ سارے جہان میں اس شخص کی وجہ سے فتنہ برپا ہے اس کا قتل کرنا تو بہت آسان ہے۔ یہ خیال کرکے اُس نے تلوار نکالی۔ فوراً دو شیر ظاہر ہوئے اور اس عجمی کی طرف لپکے۔ عجمی فریاد کرنے لگا۔ حضرت عمرؓ جاگ اٹھے۔ اس نے سارا واقعہ بیان کیا اور مسلمان ہو گیا۔

ایڈیٹر
عبد المنان
چوہان

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے۔ ششماہی چھ روپے
سہ ماہی .... تین روپے۔

منظور شدہ
محکمہ جات تعلیم و جیل (مغربی پاکستان)

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷
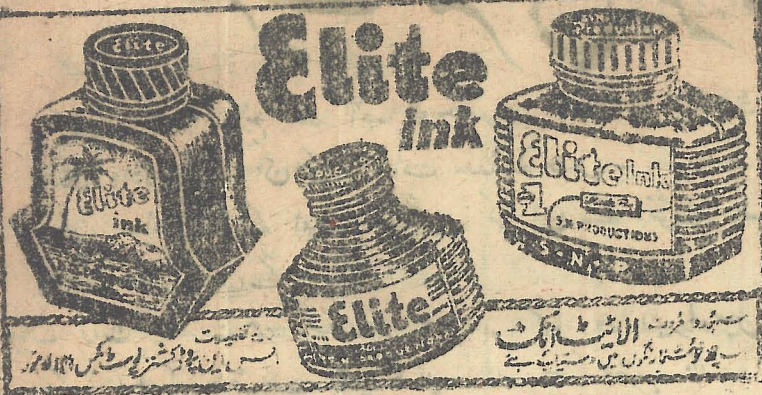
دار العلوم مدنیہ ڈسکہ کلاں ضلع سیالکوٹ کا داخلہ ۱۰ شوال سے شروع

ہو رہا ہے۔ دار العلوم نے تجربہ کار اساتذہ کی خدمات بھی حاصل کر لی ہیں۔ دار العلوم مدنیہ میں مدارس عربیہ کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ نیز علوم ادبیہ عربیہ کی جدید کتب بھی شامل درس ہیں۔ عربی دینی علوم حاصل کرنے والے طلبہ کے لئے نادر موقعہ ہے۔ داخلہ محدود ہوگا۔ اس لئے طلبہ جلد از جلد داخلہ کی غرض سے پہنچنے کی کوشش کریں۔ غریب طلبہ کے قیام و طعام و دیگر ضروری مصارف مدرسہ کے ذمہ ہونگے۔

مولانا محمد فیروز خاں۔ مہتمم دار العلوم مدنیہ

مدرسہ تعلیم القرآن کا داخلہ طلبہ

۲۰ شوال تک رہے گا۔

اس مدرسہ میں قرآن مجید باتجوید حفظ و ناظرہ و باترجمہ پڑھایا جاتا ہے۔ نیز ابتدائی کتب فارسی و عربی و اردو دینیات کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ضروری حساب اور لکھائی بھی سکھائی جاتی ہے۔ ۱۰ سے ۱۵ برس کی عمر تک طلبہ کو داخل کیا جاتا ہے۔ اخلاق کی پوری نگرانی کی جاتی ہے۔ یتیم اور مسکین طلبہ کی تمام ضروریات کا مدرسہ کفیل ہے۔ لیکن داخلہ ذمہ وار شخص کی ضمانت پر ہوتا ہے۔ واقف حضرات بذریعہ خط و کتابت اور ناواقف حضرات خود تشریف لا کر داخل کرائیں۔ نیز ابتدائی کتابوں کے لئے ایک مدرس کی ضرورت ہے۔

المشتہر نائب (مولانا) عبد العزیز ناظم مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث در جامع مسجد نور منٹگمری

رعایتی ہدیہ

اختتام ذی الحجہ تک

قرآن عزیز مترجم و محشی
اصل ہدیہ ۱۰ء + رعایتی ہدیہ ۸ء محصول ڈاک ۲ء

قرآن مجید مترجم
اصل ہدیہ ۸ء + رعایتی ہدیہ ۶ء + محصول ڈاک ۲ء

نوٹ۔ رقم ہر حالت میں پیشگی آنی چاہیئے وی پی ہرگز نہ ہوگا

ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔